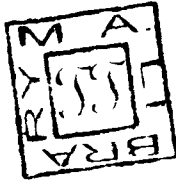




شمس العلماء مولوی متھد نداء اللہ کی ادبی خدمت

خلاصہ

برائے نگری پی ایچ۔ ڈی (اردو)



حسین آرا شاہون

زید نگوانی

پروفیسر ثوبا حسین

صدر

شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

T3369

۱۹۸۲ء

THESIS SECTION

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاۃ اللہ کی ادبی خدمات کا جائزہ ۔

اردو ادب میں مولوی ذکاۃ اللہ کی طبع و ادبی حیثیت ستار اور محقق

تحقیقی نقطہ نظر سے غیر معمولی دلچسپی کا باعث ہے ۔ کسی فنکار کی خدمت کا جائزہ لینے سے پہلے اس کے ماحول اور ذاتی حالات سے واقفیت ضروری ہے ۔ تاکہ بحیثیت انسان اور ادیب اسکو سمجھا جا سکے ۔ اور اسکی شخصیت کے مختلف پہلو منظر عام پر آسکیں ۔

مولوی ذکاۃ اللہ پر ۔۔۔ ایف ۔ ایف ۔ ایف ریفر کی کتاب " ذکاۃ اللہ اف دہلی " مشہور اور مقبول ہے جسکو صلف نے محنت اور غور سے لکھا ہے ۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس کتاب سے دوستی کا حق اٹھا کر دیا ہے بعد کے تمام محققین اس کتاب سے استفادہ کرتے رہے ہیں لیکن اول تو یہ کتاب انگریزی میں ہے اور اب بہت کماب ہے دوسرا بہت سے واقعات اور معاملات قریب القصد ہونے کی وجہ سے تقابلی ذکر نہیں ۔ لیکن انکی اہمیت میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے سونما میں ایف ایف ریفر نے اس وقت سے اب تک بہت سی نئی معلومات سامنے آچکی ہیں چہاں اس زمانے کے مقابلے میں حالات کی تبدیلی کی وجہ سے فقہاء نظر میں بھی بہت زیادہ فرق آ گیا ہے ۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ مولوی ذکاۃ اللہ کی طبع و ادبی خدمات کو نئے مواد کی روشنی میں اور موجودہ حالات کی ضرورتوں کے مطابق مرتب کیا جائے ۔

بڑی بڑی شخصیتیں استاد زمانہ بنی بالآخر فراموش ہو گئیں چنانچہ

ذکاۃ اللہ جس غیر معمولی شخصیت کی بھی زمانے نے بڑی حد تک بھلا دیا ہے ۔
 اہل علی گڑھ نے انکو اس طور پر یاد رکھا ہے کہ یونیورسٹی میں ان کے نام سے ایک
 سڑک ذکاۃ اللہ روڈ مشہور ہے ۔ لیکن محض اس یادگار اس طبعی شخصیت کے لئے
 ناکافی ہے ۔ اور نہ اس کی شاہان شان ہی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ سنجیدگی
 اور لگن کے ساتھ مولوی ذکاۃ اللہ پر تحقیق کی جائے اور زیادہ سے زیادہ مواد
 یکجا کیا جائے اور ان کی معلومات فراہم کی جائیں اس فہر سے میں نے یہ کوشش
 کی ہے کہ مولوی صاحب کے عزیزوں میں سے کسی سے ملاقات ہو سکے میں نے اس
 مقام اس مقام کو حاکم دیکھا جہاں پر مولوی ذکاۃ اللہ کی پیدائش ہوئی تھی ۔ اب
 ان کے اہل وطن میں ان کے مکان کا کوئی نام نشان نہیں ملتا کیونکہ جامع مسجد
 اور لال قلعہ کا درمیانی علاقہ پارک اور بازار میں گیا ہے ۔ میں نے مولوی صاحب کی
 قبر بھی دیکھی جو درگاہ شاہ محمد عبدالسلام صاحب فریدی و جشتی مقابل مریٹا
 ہوٹل کٹ پلس میں موجود ہے ۔ اور بہت اچھی حالت میں ہے ۔

یہ میری خود تصدیق ہے کہ مولوی صاحب کے قریبی عزیزوں میں
 جناب فرید احمد فریدی صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا ۔ جو درگاہ شاہ محمد
 عبدالسلام صاحب فریدی کے موجودہ سجادہ نشین ہیں ۔ فریدی صاحب کی شادی
 مولوی ذکاۃ اللہ کی پر تناسلی سے ہوئی تھی ۔ انہوں نے مولوی ذکاۃ اللہ کے حالات
 پر کماحقہ روشنی ڈالی اور بتایا مولوی صاحب کے چار لڑکے تھے ۔ جو مولوی مٹاۃ اللہ
 ۔ مولوی عنایت اللہ ۔ مولوی رضا اللہ اور مولوی فرحت اللہ کے نام سے موصوف تھے ۔
 مولوی مٹاۃ اللہ خان ۔ مولوی ذکاۃ اللہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے

ان کی ایک ہی لڑکی تھیں۔ ان کی شادی شاہ مزارحات الدین ولد عبدالسلام سے ہوئی تھی۔ یہ فریدی صاحب کے چچا ہونے لگے ان کی بھی ایک لڑکی تھی ان کی شادی جناب فرید احمد فریدی سے ہوئی تھی۔ مولوی علاء اللہ کی بواسطہ فرید احمد کی شریک حیات ہیں۔ ان بزرگ خاتون سے سے میری تفصیلی گفتگو ہوئی جنہوں نے میرے سوالات کا تسلی بخش جواب دیا۔ اور شکوک رفع کئے۔ جناب فرید احمد فریدی صاحب نے ذکاۃ اللہ صاحب کے مذہبی خیالات کو بڑی خوبی سے اجاگر کیا اور ان کی یہ خاص باتیں بھی بتائیں جو میرے دم تک ان کے سامنے رہیں۔ وہ بڑے مستقل مزاج تھے۔ انہوں نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کبھی ہلکا جھلا۔

میں نے اپنے تحقیقی کام میں نیا مواد فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں کوتاہیاں یقینی طور سے ہیں ہونگی۔ لیکن اس میں وسائل کی کمی اور میری مجبوریوں کو دخل ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس تحقیقی کام کی کوشش میں مجھے کتنی کامیابی ہوئی۔ یہ ضرور کہوں گی کہ میں نے حق الامکان اس موضوع کے امکانات کو کھنگالا ہے۔ اور جتنے ایسے نطاشے نکالے ہیں جو مولوی ذکاۃ اللہ کی قدر و قیمت کے عین میں ہمارے ثابت ہو سکیں۔ اس مقالے میں ذکاۃ اللہ کو ان کے بچے ساق و سباق میں پیش کرنے سے پہلے انکی علمی اور ادبی خدمات کو وضاحت سے بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

مقالے میں مولوی ذکاۃ اللہ کی حیات و شخصیت اور ادبی کارناموں کا

تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے ۔

مقالے کے معارف کے طور پر ابواب کی قسم کے اعتبار سے چند
وضاحتیں ضروری ہیں ۔ میں نے اس مقالے کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے ۔ پہلا ۔
باب مولوی ذکاۃ اللہ کی حیات و شخصیت سے متعلق ہے ۔ اس میں انکی شخصیت کی
تعمیر و تشکیل کے عناصر اور زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش
کی ہے ۔

باب دوم زبان و ادب سے متعلق ہے یہ باب تین حصوں میں تقسیم
ہے ۔ پہلے حصہ میں ان انتخابات کا ذکر ہے ابتدائی ، الب طعن کے اثر لکھے
گئے اور ان سے جدید ادب کی اہمیت کو سمجھنے میں آسانی ہو ۔

دوسرے حصہ میں مولوی ذکاۃ اللہ نے ضامین و مقالات میں اپنے زور
قلم کے پھول کھلائے ہیں ۔ انھوں ضامین کے میدان میں اشاہر داری بھی خوب
کی ہے ۔ ان کا ایک ضمون آگ پر ہے ۔ اجڑے سے ان کی قابلیت کا اندازہ ہوتا
ہے ۔ کبھی اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے کبھی اس کی برائی رونما کی ہے ۔
غرض ذہانت سے انھوں نے " آگ " کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کیا ہے ۔

تیسرے حصہ میں مولوی ذکاۃ اللہ کے توجہ سے شامل ہیں جو انھوں
انگریز ، فارسی اور عربی سے لکھے ہیں ۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستانی قوم
تعلیم کے بار سے کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہے ۔ اور جدید علوم کی اہمیت
کا پورا اندازہ ہو ۔ اور زیادہ سے زیادہ واقفیت ہو جائے ۔

باب سوم میں مولوی ذکاۃ اللہ کی تاریخ ہندوستان سے متعلق بیان

کھا ہے۔ مولوی ذکاۃ اللہ کا تاریخی کام ادبی دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے ہندوستان کی تاریخ میں بالکل ابتدا سے لے کر انگریزوں کی حکومت تک کے واقعات کو تفصیل سے قلمبند کیے ہیں کہ ہندوستان میں انہی والی قوموں نے کس طرح اپنا اقتدار قائم کیا پھر حکمران بن گئے۔ مولوی ذکاۃ اللہ کو ہندوستان کی عظمت احساں تھا۔ انھوں نے ہندوستان کی شان و شوکت دکھائی۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہندوستان کو تہذیب یافتہ ملک سے بے چہرہ رہے۔ اور انہی والی حکمران اس ملک و قوم کو حقیر نہ سمجھے بلکہ ان کے دلوں میں ہندوستان کی قیمت بڑھ جائے انھوں نے تاریخ ہند کو دمِ حلاوت میں مائل کیا۔ ہر قوم ہر بادشاہ کی عظمت اور خصوصیات کو بڑی سچائی سے بیان کیا ہے۔ ہندوستان اور ہندوستان میں رہنے والی ہر قوم کے واقعات کو تاریخی حقیقت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ انگریزوں کے ذریعہ ہندوستان میں رونما ہونے والے واقعات کو ہندوستان کی تہذیب کے ساتھ جوڑ دیا۔ اس کو انھوں نے لکھا ہے کہ مشرقی رہن سہن میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ اور ان کی قلاع و مہبود کے اثر کا کیا۔ یہ سب واقعات عروہ انگلیشہ ہند میں موجود ہیں۔

باب چہارم میں مولوی ذکاۃ اللہ نے سوانح عمری کے میدان میں بھی قدم اٹھایا ہے۔ ذکاۃ اللہ نے دو مشہور رئیسوں کی سوانح عمری لکھی ہیں۔ ایک ملک وکٹوریہ ہند دوسری مولوی سید اللہ خان سابق رنیر دہلی۔

ابتدا سے اردو ادب میں سوانح عمری لکھنے کا رواج نہیں تھا ۔ ادب کی دنیا میں جدید مسلم کے اثر سے سوانح عمری لکھنے کا کام شروع ہوا ۔ ذکاؒ اللہ نے ان دونوں سوانح عمریوں کو خوب لکھا ہے ۔ ان ہستیوں کے واقعات کو بڑی وضاحت سے مکمل طور پر لکھنے کی کوشش کی ہے ۔ اور سوانح نگاری کے اصولوں کا لحاظ بھی رکھا ہے ۔

پہلے پنجم میں میں نے اپنی تحقیق کے کام کے لئے مولوی ذکاؒ اللہ کو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط حاصل کرنے کی بہت کوشش کی ہے ان کے فضیلت سے کئی خط نہ مل سکا ۔ ان کا ایک خط جو مطبوعہ مولانا محمد حسین آزاد کو نام مرزا غالب کے حالات پر ہے ۔ وہ اکبر علی خان مرثیہ زادہ راجپوت سے حاصل ہوا ۔ جو نگار میں شائع ہوا تھا ۔ اسکو اس میں شامل کر لیا ہے ۔ اس پہلے کے حصہ (ب) میں سائنس کی رزم ہزم کے بارے میں لکھا ہے ۔ جس میں سکندر اعظم کے مہم کے حالات کو بیان کیا ہے ۔

علاوہ ان میں مولوی ذکاؒ اللہ کی تصانیف کی مکمل فہرست بھی

شامل کی گئی ہے ۔

اس کے ساتھ کتابیات بھی جوشتہ ہے جن کی مدد سے میں نے

اس مقالے کی تکمیل میں مدد لی ہے ۔

اس مقالے کی نگارش میں میں نے مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں

محفوظ بہ کثرت رسالوں کا بھی مطالعہ کیا اور ان میں شائع ہونے والے مضامین سے استفادہ کیا ہے ۔ ان کی کثرت کی وجہ سے ان کی فہرست کو مقالے کے آخر میں شامل نہیں کیا ۔ اس کام کی تکمیل میں پروفیسر ثریا حسین صاحبہ (صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی نگرانی میں ہوئی ۔ اس تحقیقی کام کے سلسلے میں ان کی شہمتیں میرے حال پر روز افزون رہی حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے امرِ قدر لگن اور خلوص سے نگرانی نہ ہوئی تو اس کام کی تکمیل مکمل نہ ہوئی میں ان کی نہہ دل سے شکرگزار ہوں ۔



شمس العلماء مولوی محمد نواز اللہ کی ادبی خدمات

مقالہ

پوائے نگری پی ایچ۔ سی (اردو)

حسن آرا شاہین

زیونگوانی

پروفیسر ثریا حسین

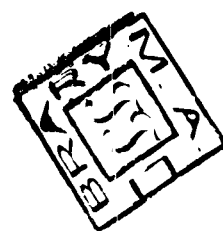
صدر

شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۸۲ء



T3369





Dated:-.....

This is to Certify that the
work in this thesis has been carried by
Miss Husn Ara Shaheen.

I certify that it is her original
work. It has not been submitted for any
other degree of this or other University.

S. Husain

(Prof. (Mrs) Suraiya Husain),
Supervisor.

CHAIRMAN
Department of Urdu
A.M.U., Aligarh.

10.5.82

" اتساب "

والد محترم مرحوم و مغفور کے نام جن کی انتہائی محبت
اور دست شققت جو ہمیشہ اعلیٰ تعلیم نسوان کی حامی رہی
اور مجھے امر قابل بنا دیا ۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو
نور سے بھر دے ۔

حسن ارا شاہین



مولوی زکاء اللہ خان دہلوی

" فہرست مضامین "

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی کی ادبی خدمات

<u>صفحہ نمبر</u>	<u>مضامین</u>
۱	فہرست موضوعات
۵	ہدیہ
۶۱	مقدمہ
۱۵	باب اول
	<u>" حیات و شخصیت "</u>
۱۶۱	شجرہ
۱۸	ذکاء اللہ کی پیدائش
۲۹	مولوی ذکاء اللہ کا خاندان
۲۰	ذکاء اللہ کی ابتدائی مذہبی تعلیم
۲۴	ذکاء اللہ کی اسکول کی تعلیم
۳۵	ذکاء اللہ اور غدر
۳۳	ذکاء اللہ کے اسکول کے ہمعصر
۳۸	ذکاء اللہ کے دوست و احباب

صفحہ نمبرمضامین

۳۴	زکاء اللہ کی سیرت پر والدہ کا اثر
۳۴	زکاء اللہ کی شادی اور اولاد
۳۴	زکاء اللہ کی خصلت و عادات
۳۵	زکاء اللہ کا قد و قامت اور لباس
۳۶	زکاء اللہ کے سیاسی خیالات
۳۷	زکاء اللہ کی ملازمتیں
۳۸	مولوی زکاء اللہ کے اعزازات
۳۸	مولوی زکاء اللہ کی علالت و وفات
۵۵	زکاء اللہ کی قبر
۵۱	مولوی زکاء اللہ کے مذہبی خیالات
۵۵	مولوی زکاء اللہ کی تصانیف

باب دوم -

۵۹

زبان و ادب

۵۹	الف۔ انتخابات
۶۵	ریاضی
۷۶	سائنس
۷۷	کہیا

<u>صفحہ نمبر</u>	<u>مضامین</u>
۷۹	فلسفہ
۸۰	جغرافیہ
۸۱	<u>ب - مضامین و مقالات</u>
۸۲	طبع زاد
۸۵	ماخوذ
۸۹	مولوی ذکاء اللہ کے مضامین
۹۲	ج - ترجمے مختلف زبانوں سے
۹۵	انگریزی
۹۵	عربی
۹۶	فارسی
	<u>باب - سوم</u>
۱۰۰	تاریخ ہندوستان
	<u>باب - چہارم</u>
۱۵۳	سوانح عمری
۱۵۹	سوانح عمری ملکہ وکٹوریہ
۱۷۲	سوانح عمری حاجی محمد سمیع اللہ خان

صفحہ نمبر

مضامین

باب پنجم

۱۸۳	حصہ اول - خطوط مولوی زکاء اللہ
۱۸۶	حصہ دوم - سائنس کی رزم بزم
۱۰۱	الف - زمین کی سرگشت
۲۹۲	ب - اقلیم و شہریت اور مہربان
۱۹۴	

باب شیشم

۱۹۷	اختتام
۲۱۲	کتابیات

ہمدیہ - پیش لفظ -

اگر مجھے اپنی نگران پروفیسر ڈاکٹر ثریا حسین (صدر شعبہ اردو علی گڑھ) کی قدم قدم پر رہنمائی حاصل نہ ہوتی تو اس مقالہ کی تکمیل آسان نہ تھی - اس تحقیقی کام میں ان کی شقتیں میرے حال پر رفاقتوں رہی ہیں - حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس قدر لگن اور خلوص سے نگرانی نہ کی ہوتی تو اس کام کی تکمیل نہ ہوتی - میں ان کی تہہ دل سے شکرگزار ہوں - کہ انھوں نے اپنے مفید اور کارآمد مشوروں سے میرے لئے اس دشوار گزار راہ کو آسان بنایا - اور کبھی بھی اس مقالہ کے مختلف ابواب کو دیکھنے اور اصلاح کرنے کے سلسلے میں وقت کی قلت کا شکوہ نہ کیا - اور اپنی مصروف ترین زندگی سے وقت بچا کر میری دستگیری کرتی رہیں -

میں جناب پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صاحب کی مشکور ہوں کہ انھوں نے میرے اس تحقیقی کام سے متعلق بعض مفید مشوروں سے نوازنے کی زحمت کی اور اس مقالہ کی تکمیل میں دلچسپی لی -

میں محترم فرید احمد فریدی صاحب کی بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے خطوط کے جواب اور ملاقات میں مولوی محمد ذکاء اللہ سے متعلق بہت سی معلومات فراہم کی اور تفصیلی جوابات سے نوازا میں اس عنایت کے لئے ان کی شکرگزار ہوں -

مجھے جناب آبر خان عیسیٰ زارہ ایڈیٹر نگار رام پور کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انھوں نے
مجموعہ کی تہہ دلچسپی سے میری مدد کی ۔

خان بہادر شمس العلماء مولوی زکاء اللہ کی ادبی خدمات کا جائزہ

لیجٹری گا -

مقدمہ -

اردو ادب میں مولوی زکاء اللہ کی علمی و ادبی حیثیت

ممتاز ہے اور تحقیق کے نقطہ نظر سے غیر معمولی دلچسپی کا باعث ہے۔

کسی فنکار کی خدمات کا جائزہ لینے سے پہلے اسکے ماحول اور ذاتی حالات

سے واقفیت ضروری ہے۔ تاکہ بحیثیت انسان اور ادیب اسکو سمجھنے میں

آسانی ہو۔ اور اسکی شخصیت کے مختلف پہلو منظر عام پر آسکیں۔

مولوی زکاء اللہ پر سی۔ ایف اینڈ بوز کی کتاب "زکاء اللہ

اف دہلی " مشہور و مقبول ہے۔ جسکو مصنف نے محنت اور خلوص سے لکھا

ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ دوستی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اسکے شروع

میں ان کے دوست مولوی نذیر احمد نے جو اردو کے نامور مصنف ہیں مقدمہ

لکھا ہے۔ جس میں وہ بھی اس کا اعتراف یوں کرتے ہیں۔

"It is a token of love between them which will be cherished by those who read what Mr Andred has written when Zakaullah was suffering in his last moment, the pangs of death, his dear friend, who has written this book, was suffering all the while with him.

He could not leave his side, but remained constantly with him, helping to support him in his last moments such was his devoted love.

اس کتاب سے محققین نے استفادہ کیا ہے - مگر سی -

ایف اینڈ لایمز کے زمانہ سے اب تک بہت سی نئی معلومات سامنے آچکی ہیں اور بہت سے واقعات و امور قریب العہد ہونیکی وجہ سے اسوقت قابل ذکر نہ تھے - لیکن آج اہمیت حاصل کر چکے ہیں - اس لئے یہ بات لازمی معلوم ہوتی ہے کہ مولوی ذکاء اللہ کی علمی و ادبی خدمات کو نئے مواد کی روشنی میں اور موجودہ حالات کی ضرورتوں کے مطابق مرتب کیا جائے - مولوی ذکاء اللہ کی علمی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین آزاد نے اب حیات کے لئے مرزا غالب کے حالات کی جستجو میں مولوی موصوف سے رجوع کیا ہے - اسکا اعتراف یوں کرتے ہیں -

" اب مرزا غالب کا یہ حال ہے کہ سوائے شاعر ہونے کے اور کوئی خوبی ایسی نہ تھی - حسد اسقدر تھی کہ کسی کی عزت کو نہ دیکھ سکتا تھا - سنگدل ایسا تھا کہ سارے بھائی بندوں کی حق تلفی کرنے میں اس کو افسوس نہ تھا - جس رزق ذوق مر گیا خوش ہو ہو کر کہتا کہ آج بھیاروں کی بولہلی بولنے والا مر گیا - رند شراب ایسا تھا کہ صہبائی شعر کہنا کیا جائے - نہ اس نے شراب پی نہ قمار بازی کی - نہ معشوقوں کے ہاتھ سے جوتیان کھائیں

نہ جیل خانہ میں پڑا -----"

بڑی بڑی شخصیتیں امتداد زمانہ سے بالآخر طاق نسیان ہو گئیں۔

چنانچہ ذکاء اللہ جیسی غیر معمولی شخصیت بھی توجہ کی محتاج رہی ہے۔

اہل علی گڑھ نے ان کو اس طور پر یاد رکھا ہے کہ یونیورسٹی میں ان کے نام سے ایک سڑک ذکاء اللہ روڈ مشہور ہے۔ لیکن محض اتنی یادگار اس علمی شخصیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سنجیدگی اور لگن کے ساتھ مولوی ذکاء اللہ پر تحقیق کی جائے اور زیادہ سے زیادہ مواد یکجا کیا جائے اور نئی معلومات فراہم کی جائیں۔ اس غرض سے میں نے یہ کوشش کی ہے کہ مولوی صاحب کے عزیزوں میں سے کسی سے ملاقات ہو سکے تاکہ ان کے حالات زندگی پر مزید روشنی ڈالی جا سکے۔ میں نے اس مقام کو بھی جا کر دیکھا ہے جہاں پر مولوی صاحب کی پیدائش ہوئی تھی اب ان کے آبائی وطن میں مکان کا کوئی نام نشان نہیں ملتا کیونکہ جامع مسجد اور لال قلعہ کا درمیانی علاقہ پارک اور بازار بن گیا ہے۔ میں پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صاحب کی بہت مشکور ہوں۔ جنہوں نے ذکاء اللہ کی قبر کی نشان دہی کی۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مولوی صاحب کے قریبی عزیزوں میں جناب فرید احمد فریدی صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا جو درگاہ شاہ محمد عبدالسلام صاحب فریدی و چشتی مقابل میرینا ہوٹل کناٹ پیلس

کے موجودہ سجادہ نشین ہیں - فریدی صاحب کی شادی مولوی ذکاء اللہ صاحب کی پرنواسی سے ہوئی تھی - انہوں نے مولوی ذکاء اللہ کے حالات پر کما حقہ روشنی ڈالی اور بتایا کہ مولوی صاحب کے چار لڑکے تھے جو **مولوی عطاء اللہ** - مولوی عنایت اللہ - مولوی رضا اللہ اور مولوی فرحت اللہ کے نام سے موقوف تھے -

مولوی عطاء اللہ خان مولوی ذکاء اللہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے - ان کی ایک ہی لڑکی تھیں - ان کی شادی شاہ رعات الدین ولد عبدالسلام سے ہوئی تھی - یہ فریدی صاحب کے چچا ہوتے تھے - ان کی بھی ایک لڑکی تھی ان کی شادی جناب فرید صاحب سے ہوئی تھی مولوی عطاء اللہ کی نواسی جناب فرید احمد فرید کی شریک حیات ہیں - ان بزرگ خاتون سے میری تفصیلی گفتگو ہوئی - جنہوں نے میرے بہت سے سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا اور شکوک رفع کئے - جناب فرید صاحب نے ذکاء اللہ صاحب کے مذہبی خیالات کو بڑی خوبی سے اجاگر کیا اور ان کی یہ خاص باتیں بھی بتائیں جو میرے دم تک ان کے ساتھ رہیں - وہ بڑے مستقل مزاج تھے انہوں نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کبھی پنکھا جھلا -

مولوی نذیر احمد ذکاء اللہ کے اسکول کے ہمعصر

تھے - ان دونوں میں بہت گہری دوستی تھی - ذکاء اللہ کا انتقال

مولوی نذیر احمد کی حیات میں ہو گیا۔ جسکا نذیر احمد کو بہت زیادہ اثر ہو گیا۔ انہوں نے ذکاء اللہ کی شخصیت پر اس طرح سے اظہار خیال کیا ہے۔

"کریم النفس - وسیع الاخلاق - منکسر مزاج - روشن

دماغ - تنوع المعلومات - شرالتصانیف - خیر خواہ

خلائق - فیما اطبع ٹریش گورنمنٹ کے قدر شناس -

ارادت مند - داسخ الاعتقاد - صلح کل -

مرخج و مرنجان "

میں نے اپنے تحقیقی کام میں نیا مواد فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔
 اس میں ^{کوئی} ~~کوئی~~ بھی یقینی ہونگی۔ لیکن وسائل کی کمی کے سبب ہیں۔
 میں جانتی ہوں کہ اس تحقیقی کام کی کوشش میں مجھے کئی کامیابی ہوئی۔
 یہ ضرور کہوں گی کہ میں نے حتی الامکان اس موضوع کے امکانات کو کھنگالا
 ہے۔ اور چند ایسے نتائج نکالے ہیں۔ جو مولوی ذکاء اللہ کی ادبی قدر و قیمت
 کے تعین میں معاون ثابت ہو سکیں۔ اس مقالہ میں ذکاء اللہ کو ان کے پورے
 سباق و سباق میں پیش کرنے سے پہلے ان کی علمی اور ادبی خصلت کو
 وضاحت سے بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

صفحہ ---۔۔۔۔۔ رسالہ تعدن دہلی۔ از مولوی نذیر احمد بابت اگست ۱۹۱۱ء

تعدن پریس دہلی۔

مقالے میں مولوی ذکاء اللہ کی حیات و شخصیت اور ادبی کارناموں

کا تفصیلی جائزہ پیش ہے ۔

مقالے کے تعارف کے طور پر ابواب کے تقسیم کے اعتبار سے

چند وضاحتیں ضروری ہیں ۔ میں نے اس مقالہ کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب مولوی ذکاء اللہ کی حیات و شخصیت سے متعلق ہے ۔ اس میں ان

کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کے عناصر اور زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر

روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔

باب دوم زبان و ادب سے متعلق ہے یہ باب تین حصوں

میں تقسیم ہے ۔ پہلے حصہ میں انتخابات ہیں ۔ جو اس انداز میں گئے ہیں

کہ ابتدائی درجوں کے طالب علموں کے لئے لکھے گئے اور ان سے جدید ادب

کی اہمیت کو سمجھنے میں آسانی ہو ۔

دوسرے حصہ میں مولوی ذکاء اللہ نے مضامین و مقالات

میں اپنے زور قلم کے پھول کھلائے ہیں ۔ انہوں نے مضامین کے میدان میں

انشا پر داری بھی خوب کی ہے ۔ ان کا ایک مضمون آگ پر ہے ۔ جس سے

ان کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے کبھی اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے ۔

کبھی اس کی برائی رونما کی ہے ۔ غرض ذہانت سے انہوں نے آگ کے مختلف

پہلوؤں کا ذکر کیا ہے ۔

تیسرے حصہ میں مولوی ذکاء اللہ نے انگریزی - فارسی اور عربی سے ترجمے کئے ہیں - ان کا خیال تھا کہ ہندوستانی قوم تعلیمی معیار سے کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہے اور جدید علوم کی اہمیت کا پورا اندازہ ہو - اور زیادہ سے زیادہ واقفیت ہو جائے -

باب سوم میں مولوی ذکاء اللہ نے ہندوستان کی تاریخ سے متعلق بیان کیا ہے - مولوی ذکاء اللہ کا تاریخی کام ادبی دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے - انھوں نے ہندوستانی تاریخ میں بالکل ابتدا سے لے کر انگریزوں کی حکومت تک کے واقعات کو تفصیل سے قلمبند کئے کہ ہندوستان میں آنے والی قوموں نے کس طرح سے اپنا اقتدار قائم کیا - پھر حکمران بن گئے -

انھوں نے تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت ملک کی عظمت کو نظر میں رکھا - کہ آنے والی حکمران قوم اور ملک اس کو حقیر نہ سمجھے - بلکہ ان کے دلوں میں ہندوستان کی وقعت بڑھ جائے - انھوں نے تاریخ ہند کو ^۶اچھے جلدوں میں مکمل کیا - ہر قوم اور ہر بادشاہ کی عظمت اور خصوصیات کو بڑی سچائی سے بیان کیا - ان کے بیان میں بڑی حد تک ایمانداری ہے - ہندوستان اور ہندوستان میں رہنے والوں کے واقعات کو تاریخی حقیقت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے - انھوں نے انگریزوں سے متاثر ہونے کے بعد تاریخ عروج انگلشہ ہند بھی لکھی - اور بڑی تفصیل سے ان کے واقعات کو بیان کیا ہے -

جو انگریزوں کے ذریعہ ہندوستان میں رونما ہوئے ۔ اور انہوں نے ان واقعات کو ہندوستان کی نئی تہذیب کے ساتھ جوڑ دیا ۔ اس کو انہوں نے لکھا ہے کہ مشرقی رہن سہن میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں ۔ اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا ۔ یہ سب واقعات عروج انگلشہ ہند میں موجود ہیں ۔ اور یہاں تک انگریزوں کے واقعات کو بڑی دلچسپی سے بیان کیا ہے ۔

باب چہارم میں مولوی ذکاء اللہ نے سوانح عمری کے میدان

میں بھی قدم اٹھایا ہے ۔ انہوں نے دو مشہور ہستیوں کی سوانح ہائے لکھی ہیں ۔ ایک ملکہ وکٹوریہ شاہد ۔ دوسری مولوی سمیع اللہ سابق جج رئیس دہلی ۔ ابتدا سے اردو ادب میں سوانح حیات لکھنے کا رواج نہیں تھا ۔ ادب کی دنیا میں جدید تعلیم کے اثر سے سوانح عمری لکھنے کا کام شروع ہوا ۔ مولوی ذکاء اللہ اس تہذیب سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور سوانح لکھنے کا شوق پیدا ہوا ۔ انہوں نے ان دونوں سوانح عمریوں کو خوب لکھا ہے ۔ اور ان دونوں ہستیوں کے حالات و واقعات بڑی وضاحت سے مکمل طور پر لکھنے کی کوشش کی ہے ۔ اور سوانح نگاری کے اصولوں کا لحاظ بھی رکھا ہے ۔

باب پنجم میں میں نے اپنی تحقیق کے کام کے لئے مولوی ذکاء اللہ کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط حاصل کرنے کی بہت کوشش کی ۔ ان کے عزیزوں سے کوئی خط نہ مل سکا ۔ ان کا ایک خط جو مطبوعہ مولانا محمد حسین آزاد کے نام مرزا غالب کے حالات پر ہے ۔ وہ علی اکبر عرشی

زادہ رامپور سے حاصل ہوا - جو نگار میں شائع ہوا ہے - اسکو اس میں شامل کر لیا ہے -

اس باب کے حصہ (ب) میں سائنس کے رزمِ بزم کے بارے میں لکھا ہے جسے سکندر اعظم کے میوزیم کے حالات کو بیان کیا ہے -
باب ششم ~~میں~~ اور آخری میں اختتام کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے -

علاوہ ازیں مولوی ذکاء اللہ کی تصنیف کی مکمل فہرست بھی شامل کی گئی ہے -

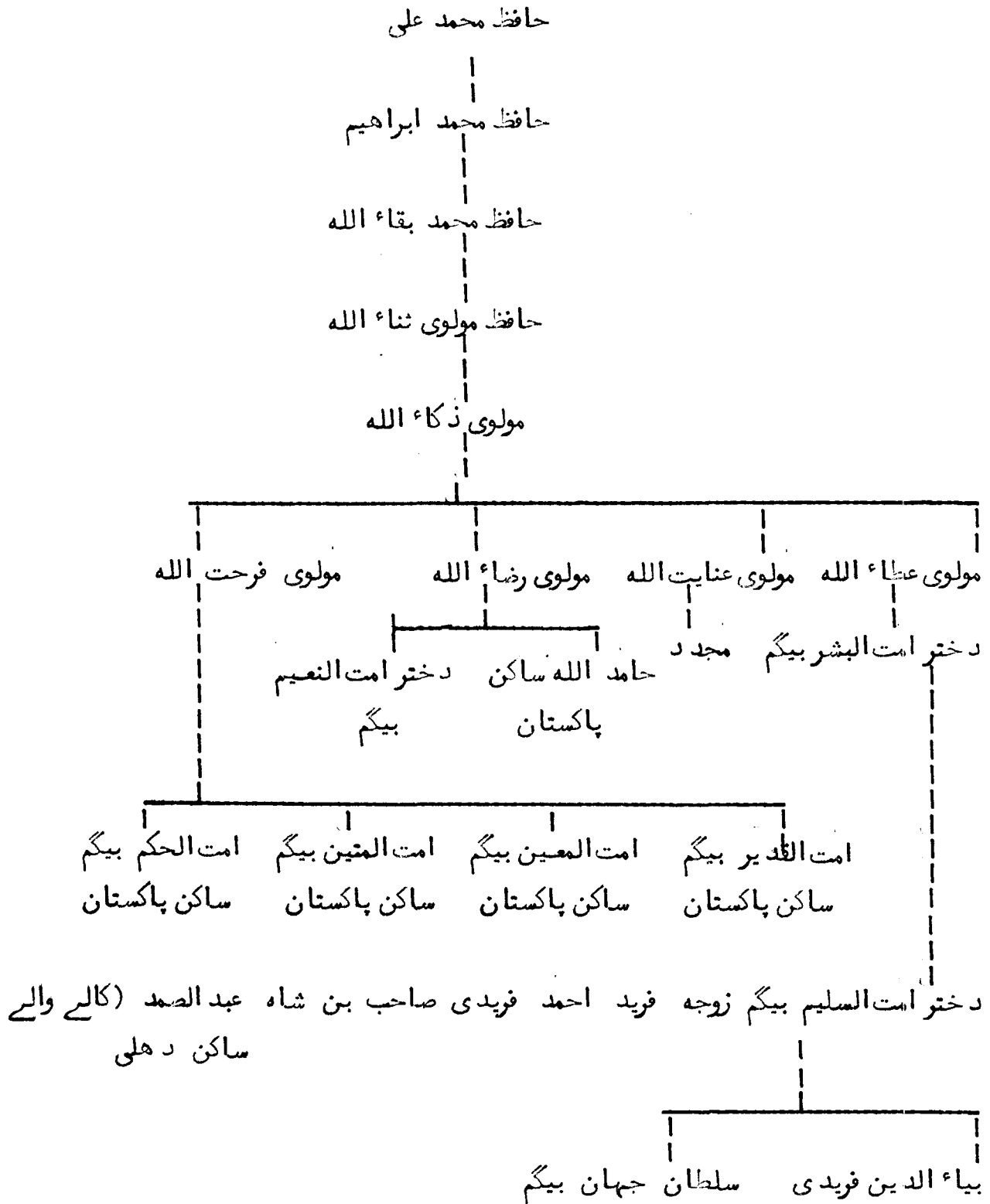
اس کے ساتھ کتابیات بھی ہمراہ ہے - جن کی مدد سے میں غائب مقالہ کی تکمل میں مدد لی ہے -

میں نہیں جانتی کہ میں نے اپنے موضوع کا حق پورا کیا یا نہیں لیکن یہ ضرور عرض کرنا چاہوں گی کہ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے - کہ اس موضوع کے ساتھ انصاف کیا جا سکے - اور ضروری پہلوؤں پر خاص توجہ دی جائے میں اپنی سعی میں کسی حد تک کامیاب ہوئی ہوں - اس کا فیصلہ اہل نظر حضرات ہی فرمائیں گے - میں ان کی تہہ دل سے شکرگزار ہوں -

" باب اول "

" شمس العلماء مولوی محمد زکاء اللہ خان حیات اور شخصیت "

شجرہ خاندان شمس العلماء ڈاکٹر مولوی زکاء اللہ دہلوی



" شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی "

" حیات اور شخصیت "

دنیا کی دیگر علمی زبانوں کے مقابلہ میں اردو بہت کم اور نئی ہے ۔ مختصر وقت میں اس نے علم و ادب اور تحقیق و تنقید کے زبردست تجربات حاصل کئے ۔ اس نے دنیا کی دیگر زبانوں کے علوم و فنون سے بیش بہا استفادہ کیا ۔ علمی خزانہ کو نہایت قابل قدر اور وسیع بنایا ۔ پچھلی نصف صدی سے اس زبان میں جو زبردست ~~شہادتیں~~ تجربات ہوئے وہ نہ صرف اسکو علمی اور ادبی زبانوں سے ہمسری کے قابل بناتے ہیں ۔ بلکہ وہ دیگر ادب پاروں کے لئے بھی مشعل راہ ^{ہیں} بنتے ہیں ۔

اس انقلاب افروز ترقی میں سر سید مرحوم کا بڑا حصہ ہے ۔ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی ~~خدمات~~ خدمات صرف قومی ہی نہیں بلکہ زبان و ادب سے متعلق بھی قابل ذکر ہیں ۔ اردو میں مضمون نگاری ۔ خیال میں ہم آہنگی اور زبان میں صفائی و ہمواری ان ~~اشخاص~~ کی دین ہے ۔ ذکاء اللہ سر سید کے ہم خیال اور ان کے اہم رفقاء میں سے تھے ۔ انہوں نے مختلف اصناف میں گہری کی ۔ اور اردو کی مفلسی کو دور کیا ۔ ان کی کثیر تصانیف سے اردو زبان و ادب میں اضافہ ہوا ۔ ذکاء اللہ کی زندگی ہی میں لوگ ان کے علمی کارناموں اور نام سے واقف ہو گئے تھے ۔

ذکاء اللہ کی زندگی ہی میں لوگوں نے جب مختلف نظریات کے تحت دیکھا چوہا پرانی تہذیب و تمدن اور علم و ادب کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ شاہانہ مغلیہ کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ سلطنت مغلیہ ہندوستان میں عرصہ دراز تک قائم رہی۔ اسکو ہند کا عہد زرین کہتے ہیں۔ اس دور میں علم و ادب بھی اپنے پورے شباب پر ^{تھے}۔ بد قسمتی سے اورنگ زیب کی وفات کے بعد مسلمانوں کا افتاب غروب ہونے لگا۔ اور سلطنت مغلیہ کی زوال پذیری کا اثر پوری قوم پر پڑا۔

پرانی تہذیب دم توڑ رہی تھی اور نئی تہذیب و تمدن کی کرن پھٹ رہی تھی۔ اس اعتبار سے ذکاء اللہ کی سیرت اور احوال زندگی میں جدید و قدیم دونوں دوروں کی ایک دلفریب اور نادر تصویر نظر آتی ہے۔ ان کی نیکی نیک ذاتی اصول و ائین اور شرافت کی پابندی نے ابنِ ہمامین ایسا مقام حاصل کر لیا تھا اور ان کی شہرت اسقدر بڑھ گئی تھی کہ دہلی کے بعض ہندو جب بوجا پاٹ کرتے تھے۔ تو اپنے پرکھوں اور دیوتاؤں کے ساتھ ان کا نام بھی لیتے تھے۔

ذکاء اللہ کی پیدائش۔

مولوی ذکاء اللہ کی پیدائش دہلی میں ۲۰ اپریل ۱۸۳۲ء

کو پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ایک ایسے مکان میں ہوئی جو قلعہ اور جامع

مسجد کے درمیان واقع تھا دورانِ غدر انگریزی حکومت نے یہ حکم جاری کیا کہ

۱۔ تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلی - صفحہ ۱۰ پیش رفتوراز مس - الف - ریڈر ریور

" سزا کے طور پر اور فوجی ضروریات کے ماتحت قلعہ اور جامع مسجد کے درمیانی علاقہ کی ہر عمارت کو زمین کے برابر کر دیا جائے " اس حکم کے نافذ ہوتے ہی تمام عمارتوں کو توڑ دیا گیا اس علاقہ میں ذکاء اللہ کا مکان بھی شامل تھا ۔ وہ منہدم کر دیا گیا اور جائداد بھی ضبط کر لی گئی ۔ جسکا کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا ۔

ذکاء اللہ کا خاندان ۔

یہ خاندان مغلیہ سلطنت کی ابتدائی زمانہ میں غزنی سے ہندوستان آیا تھا ۔ سب سے پہلے حافظ محمد علی اٹے تھے ۔ اور لاہور میں قیام کیا ۔ اس خاندان کے افراد پانچ پشتوں سے تیمور کے شاہی گھرانے میں بادشاہ وقت کے حکم سے شہزادوں کے اساتذہ مقرر ہوتے رہے تھے۔ اس خاندان نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔

اور شاہی گھرانے کی تعلیم کا کام ان کے ذمہ تھا ۔ سب سے پہلے معلم حافظ محمد علی مقرر ہوئے ۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے حافظ محمد ابراہیم ہوئے ۔ ان کے انتقال کے بعد حافظ محمد بقاء اللہ اس عہدے پر فائز ہوئے ۔ اور بعد میں ان کے بڑے لڑکے حافظ ثناء اللہ نے بحیثیت معلم کے یہ جگہ حاصل کی ثناء اللہ کے بڑے لڑکے ذکاء اللہ تھے ۔ ان کو

۱ ۔ صفحہ ب پیش لفظ ۔ تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی اف ۔ اینڈ

ایوز ضیاء الدین احمد بزی ۔ مشہور پریس کراچی نمبر ۱ ۔ ۲ مئی ۱۹۵۲ء

بچپن ہی سے شاہی گھرانے میں معلم سمجھا جاتا تھا ۔

حقیقت میں ذکاء اللہ ثناء اللہ کی دوسری اولاد تھی ۔ ان

کی پہلی لڑکی کا انتقال زمانہ شیر خواری میں ہی ہو گیا تھا ۔

" ذکاء اللہ کی ابتدائی تعلیم "

ذکاء اللہ کی ابتدائی تعلیم پرانے طرز پر ہوئی ۔ اور ان کی

ابتدائی تعلیم مذہبی تھی ۔ یہی ماحول ان کو بچپن میں ملا ۔ ذکاء اللہ

کی تعلیم میں ان کے دادا بقاء اللہ کا بڑا حصہ تھا ۔ وہ اسلامی علوم میں

کامل درجہ رکھتے تھے ۔ ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ ہوئی ۔ اور ان

کا شمار دہلی کے باوقار بزرگوں میں ہوتا تھا ۔ بقاء اللہ اپنی دینداری اور

ثقویٰ کے لئے مشہور تھے ۔

دہلی کے تمام مسلمان ان کی عزت اور احترام کرتے تھے ۔ انہوں

نے ذکاء اللہ ^{کو} دینی تعلیم دینا شروع کر دی ۔ یہ ان کا نصب العین تھا ۔

ذکاء اللہ پر ان کی مذہبی تعلیم کا ایسا اثر ہوا کہ ادائل جوانی سے ہی

ان میں خدا ترسی اور علم کی لگن ملتی ہے ۔ اور ذکاء اللہ نے ابتدا سے

ہی اپنی ذہانت کا ثبوت دیا جسکی وجہ سے بقاء اللہ اپنے بچنے کو بہت

غریز رکھتے تھے ان کے خاندان میں ایک کہانی چلی آرہی ہے ۔ کہ ایک مرتبہ

چھوٹے بچے کی مان نے دادا میان سے کہا کہ بچے کو کسی چھوٹے سے

قصور پر سزا دین لیکن بقاء اللہ نے کہا کہ نہیں نہیں یہ اس قدر ذہین ہے اور اس نے اپنا سبق ~~لے لیا~~ اس طرح سے یاد کیا ہے کہ میں کسی قصور کے لئے جو اس سے آج سرزد ہوا ہو سزا دینا نہیں چاہتا ۔

ذکاء اللہ کی زندگی میں مذہبی رنگ کوٹ کوٹ کر بھرا پڑا تھا ۔ اور ان کی زندگی پر دادا کا بڑا اثر پڑا تھا ۔ اور اس کا اعتراف کرتے تھے ۔ " کہ ان کے دادا کا ان پر سب سے پہلا روحانی اثر پڑا تھا ۔ اور انہیں نے یہ احساس کرایا کہ خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے ۔

ذکاء اللہ کو اس حقیقت کا اندازہ بچپن سے ہی ہو گیا تھا ۔ ان کو اعتماد و صبر کرنے کا جذبہ بھی ورثے میں ملا تھا ۔ اور یہ ان کی خاندانی روایتی خصوصیت تھی جو عرصہ دراز تک ایک دوسرے میں چلی آ رہی تھی ۔ بقاء اللہ آخری وقت تک نماز کا فریضہ ادا کرتے بقاء اللہ نے جس وقت دنیائے فانی سے کوچ کیا اس وقت بھی نماز میں مشغول تھے ۔ اس وجہ سے ان کو لوگ ولی کہتے ہیں ۔ اور کافی عرصہ تک لوگوں کے مستطوع کے دلوں میں ان کی یاد گرماتی رہی ۔ ذکاء اللہ کے والد بھی دین دار پرہیزگار اور متقی تھے ۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی غلط طرز عمل اختیار نہیں کیا ۔ اور نہ ہی دروغ گوئی سے کام لیا ۔ ان کا اخلاق اور

معیار بہت بلند تر تھا۔ ثناء اللہ بھی عوام میں اپنے والد کی طرح ہر دل عزیز اور ولی تھے جو کافی مشہور تھے۔ وہ اعتکاف میں بیٹھتے اور گھنٹوں قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ وہ اپنے ارادوں میں بڑے مضبوط تھے۔ ایک مرتبہ وہ عسرت میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے دوستوں نے ان کو مشورہ دیا کہ فلاں درویش سے ملیں اور ان سے دعا کی درخواست کریں جس سے ان کی غریبی دور ہو جائے۔ ثناء اللہ نے اپنے دوستوں کو بڑے شریفانہ انداز میں جواب دیا کہ ”نہیں نہیں خدا اگر مجھے تنگدستی میں رکھنا چاہتا ہے تو میں بالکل مطمئن ہوں۔ اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہو گی تو میں کسی سے مانگے کے بجائے خدا سے مانگوں گا۔“ ثناء اللہ کا طرز عمل زندگی بھر یہ ہی رہا کہ وہ تنگدستی کے زمانہ میں بھی اپنی کسی خواہش کا ذکر غیر آدمی کے سامنے نہ کرتے تھے۔ وہ اپنی ہر خواہش کے لئے خدا کو رجوع کرتے۔ ثناء اللہ اپنے والد بقاء اللہ اور اپنے بیٹے ذکاء اللہ سے زیادہ فیصلہ کن رائے کے مالک تھے۔ ان کی قوت باطنی اس قدر قوی تھی کہ مشکل سے مشکل مراحل سے نکال دیتی تھی۔ اور کبھی ان کے ایمان میں ضعف نہیں آتا تھا۔ وہ بالکل نڈر آدمی تھے۔ ثناء اللہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ثناء اللہ خان مرزا کوچک کے اطالیق تھے۔ مرزا کوچک بہادر شہ ظفر کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔

ثناء اللہ کا غدر کے زمانہ کا ایک واقعہ مشہور تھا۔ جب انگریزوں نے شہر دہلی پر قبضہ کر لیا اس وقت مرزا کوچک کی جان خطرے میں تھی اس حالت میں ثناء اللہ نے مرزا کوچک کی حفاظت کرنا اپنا اولین فرض سمجھا اور پناہ کے لئے اپنا گھر پیش کیا۔ یہ ان کے لئے بہت بڑا خطرہ تھا۔ اس کا علم ان کو تھا لیکن ^{اسکا} انہوں نے بالکل پرواہ نہ کی۔ مرزا کوچک بھی اس کا انجام معلوم تھا ان کو اپنے اطالیق سے ہمدردی اور محبت تھی۔ انہوں نے اس درخواست کو بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا۔ ثناء اللہ اور ان کے خاندان کو ان کے والے خطرے سے بچا لیا۔ اور شہزادہ خود جے پور چلا گیا۔ جہاں پر انگریزوں نے مرزا کوچک کو گرفتار کر لیا۔ پھر اسکو رنگون بھیج دیا۔ اس کے باوجود بھی ثناء اللہ کے خاندان کو بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ مکان سے باہر کر دیا گیا۔ جیسی کئی دفعہ خانہ بدوش کی زندگی گزارنی پڑی۔ اور نظام الدیم اولیا میں جا کر پناہ لی۔ لیکن ان ہنگامہ حالات میں بھی وہ خدا کی طرف رجوع رہے۔ اور پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے رہے۔

دورانِ ^{غیر} ~~مظہر~~ میں ذکاء اللہ کا خاندان سپاہیوں کے ذریعہ گرفتار ہو کر انگریز کپتان ولسن کے سامنے لایا گیا۔ کپتان ولسن نے ثناء اللہ اور ذکاء اللہ دونوں سے کہا کہ دونوں اپنے پہلے واقعات سنائیں۔ اور روشنی ڈالیں۔ ان دونوں نے اپنے پہلے واقعات بڑے اطمینان سے سنائے۔

جس کپتان کو ان کی وفاداری کا یقین ہو گیا ۔ اور ان کو کپتان ولسن نے حفاظتی دستہ کے ساتھ پر امن جگہ پہنچا دیا ان حالات کے باوجود بھی ثناء اللہ نے ذکاء اللہ پر خاص توجہ رکھی ۔ ان کا انتقال ۷۲ سال کی عمر میں ہوا مگر وقت قرآن پاک کی ایت ان کی زبان پر تھی ۔

" ذکاء اللہ کی اسکول کی تعلیم "

ثناء اللہ کو ذکاء اللہ کی تعلیم کا خاص خیال تھا ۔ انہوں نے اس مفلسی کی حالت میں بھی بڑی سمجھداری سے کام لیا ۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ذکاء اللہ کا دربار سے زیادہ تعلق اسکو عیش پرست بنادے گا ۔ اور اسکی ذاتی صلاحیتوں کو اجاگر ہونے کا موقع نہیں ملے گا ۔ اس وجہ سے انہوں نے ذکاء اللہ (کی) ابتدائی عمر سے ہی داخل کر دیا ۔ اسکول کے ماحول میں ہم عصرون نے ان کی صلاحیتوں میں نکھار اور مقابلہ کی طاقت پیدا کر دی ۔ داخلہ کے وقت ان کی عمر ۱۲ سال کی تھی ۔

مغربی علم اور طریقہ تعلیم کو لوگ کفر سے تعبیر کرتے تھے ۔ اور اس تعلیم کو گناہ سمجھتے تھے ۔ ثناء اللہ نڈرا آدمی تھے ۔ انہوں نے کسی بات کی پرواہ نہیں کی ۔ اور نہ کسی کا خیال کیا ۔ اس جدید تعلیم میں ذکاء اللہ کو خاص دلچسپی پیدا ہو گئی تھی ۔ وہ روزانہ سائنس کا نیل عجوبہ لاتے اور اپنے والد کے سامنے گرم (جوشیلی) سے اس کا حل کرتے ۔ اپنے استادوں کا انہوں نے بڑے احترام کیا ہے ۔

ذکاء اللہ کی سیرت پر فارسی و عربی کے استاد امام بخش صہبائی کا بڑا اثر پڑا۔ جسکی نشاندهی اخروی زندگی تک ملتی ہے۔ جس زمانہ میں ذکاء اللہ الہ آباد میں لکچرر تھے۔ وہ اپنے شاگردوں سے امام بخش صہبائی کا ذکر بڑی عقیدت سے کرتے تھے۔ کہ ^۱ لکچرر دیتے وقت مولوی امام بخش صہبائی کی تصویر ہمیشہ میرے سامنے رہتی ہے۔ اس نشاہ الثانیہ میں علم کے جیتے برگزیدہ علم بردار تھے۔ ان میں وہ سب سے بڑے تھے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم میں بڑی محنت اور شوق سے کام کیا جسکی وجہ سے ان کو بارہ سال کی عمر پہلا انعام ملا۔ اس وجہ سے ان کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ اور تعلیم کا شوق اور بھی تیز ہو گیا۔ انہوں نے ریاض میں خاص مہارت حاصل کر لی تھی۔ اور اس مضمون سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ علم ریاضی کے ماسٹر رام چندر تھے۔ ذکاء اللہ ان کے ہونہار شاگرد تھے۔ اس لئے دونوں میں بڑا ربط قائم تھا۔ رام چندر کی ان پر خاص عنایت تھی۔ ریاض میں وہ اول نمبر پر کامیاب ہوئے تھے اور قابلیت کے تعریف بھی حاصل کئے۔

" ذکاء اللہ اور غدر "

غدر کا زمانہ ہی ذکاء اللہ کی تعلیم کا اہم زمانہ تھا۔ وہ وہ غدر کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھے کیونکہ غدر کی وجہ سے دہلی کا امن و سکون ختم ہو گیا تھا۔ اور مشرقی تہذیب کا خاتمہ ہو رہا تھا۔

ان کے مہربان استاد امام بخش صہبائی کا اس غدر میں قتل ہو گیا تھا ۔
 اس کا اثر ان پر بہت زیادہ ہوا ۔ ان کے دوسرے استاد رام چندر تھے ۔
 جو نئے نئے عیسائی ہوئے تھے ۔ ان کی وجہ سے ذکاء اللہ کے لئے یہ
 افواہ پھیل گئی کہ یہ بھی عیسائی مذہب کا اعلان کرتے ^{والے} ہیں ۔ اور پرچار کی
 کرنے والے ہیں ۔ سائنس اور ریاضی کا مطالعہ ان دونوں کے لئے مشترک
 دلچسپی کا باعث تھا ۔ رام چندر بھی بڑے مضبوط عقائد کے آدمی تھے انہوں
 نے عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد اپنے تمام ہندو عزیزوں کو چھوڑ دیا
 تھا ۔ اس زمانہ میں رام چندر کی زندگی بڑے خطرے میں تھی ۔ کیونکہ عیسائی
 ہونے کی وجہ سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے تھے ۔ لوگوں نے ڈاکٹر چمن لال
 کا قتل کر دیا تھا ۔ اور ان کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے ۔ رام چندر کو اس
 کی خبر ہو گئی ۔ وہ بھیس بدل کر دہلی چھوڑ کر چلے گئے ۔ ذکاء اللہ نے
 بھی ان کی حفاظت کرنا ضروری سمجھا ۔ لیکن رام چندر نے پہلے ہی دہلی
 چھوڑ دی تھی ۔ اور یوں ذکاء اللہ کے ہمدرد استاد کی جان بچی ۔

ذکاء اللہ کی ابتدائی تعلیم ۔

۱۔ صفحہ ۸۲ ————— صفحہ ۹۸

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی الف ۔ اینڈ ایوز ۔

ضیاء الدین احمد برنی

مشہور پریس کراچی نمبر ۱

" ذکاء اللہ کے اسکول کے ہمعصر "

ذکاء اللہ کے ہمعصرون میں مولوی نذیر احمد - مولوی محمد حسین آزاد

مولوی کریم بخش - ماسٹر پیارے لال اور ضیاء الدین تھے - ذکاء اللہ اور نذیر احمد

میں بچپن سے بڑی گہری دوستی تھی - دہلی کالج میں نذیر احمد کا عربی

میں ذکاء اللہ کا فارسی میں داخلہ ہوا -

مولوی نذیر احمد نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اردو زبان میں ناول

نگاری کی ابتدا کی انہوں نے اخلاقی ناول لکھے ان کے ناول ہر خاص و عام

میں مقبول ہوئے - جس کی ادبی اور تاریخی حیثیت مسلم ہے -

محمد حسین آزاد نے اردو ادب کی جو خدمت کی ہے وہ کسی سے

پوشیدہ نہیں ہے - اردو جدید نظم کے ارتقاء میں سب سے پہلے آزاد اور

اب حیات قابل ذکر ادبی تاریخ ہیں - جن کا سب سے پہلے نام انا ہے -

ماسٹر رام چندر دہلی کالج میں ریاضی کے ماسٹر تھے - رام چندر

نے ایک رسالہ فوائد الناظرین کے نام سے جاری کیا - اس رسالہ میں مذہبی

بحثیں ہوتی تھیں - انہوں نے ایک رسالہ محب ہند کے نام سے جاری کیا

جو پانچ سال کے بعد بند ہو گیا - اس کے علاوہ اور دوسری کتابوں کا بھی

ترجمہ کیا تھا - اس کے صلے میں ان کو حکومت برطانیہ کی طرف سے دو ہزار

روپیہ اور خلعت ملا تھا - ان بزرگوں کا انتقال مولوی ذکاء اللہ کی زندگی

ہی میں ہو گیا تھا - صرف مولوی نذیر احمد باقی رہ گئے تھے - جنہوں

نے ذکاء اللہ کی وفات پر اپنا اظہار خیال کیا ۔

مولوی ذکاء اللہ نے دیگر اصناف پر اپنا قلم اٹھایا ۔ ریاضی

میں تمام شاخوں پر اور اس کے علاوہ تاریخ جغرافیہ اخلاق طبعیات فلسفہ اور

سائنس پر بہت سی کتابیں لکھیں اور ترجمے کئے ۔

" ذکاء اللہ کے دوست "

یہاں اسکول کے ساتھیوں کے علاوہ دو قریبی دوستوں کا ذکر کرنا

بیجا نہ ہوگا ۔ مولوی سمیع اللہ خان ذکاء اللہ کے بڑے گہرے دوست تھے ۔

مولوی سمیع اللہ خان دہلی کے باوقار بزرگوں میں تھے ۔ جب وہ ججی کی

ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے تو ان دنوں میں اور بڑی قربت بڑھی ان کا

انتقال بھی ذکاء اللہ کی زندگی میں ہو گیا تھا ۔ ان کی موت کا اثر ذکاء اللہ

پر بہت پڑا ۔ اور وہ بہت پریشان رہے ۔ انہوں نے مولوی صاحب کی سوانح

عمری اپنی زندگی کے آخری ایام میں لکھی تھی ۔ جو ان کی شخصیت کی مکمل

ایٹھ دار ہے ۔ کیونکہ ان کو بڑی عقیدت تھی ۔

خواجہ الطاف حسین حالی ذکاء اللہ کی بڑی عزت کرتے تھے ۔

ان میں عرصہ دراز تک دوستی رہی وہ ان کے انتقال سے تین ہفتے پہلے

پانی پت سے ملنے آئے تھے ۔ ان دنوں دوستوں میں کافی دیر تک پر خلوص

انداز میں بات چیت ہوتی رہی ۔ ذکاء اللہ نے اپنی آخری تصنیف سمیع اللہ خان

کی سوانح عمری کے بارے میں ذکر کیا کہ وہ " یہ میری آخری تصنیف ہے ۔
 اس نے مجھے مار ڈالا " اور رخصت ہوتے وقت حالی سے کہا کہ " اس زندگی
 میں ہماری آخری ملاقات ہے خدا آپ کو ہر طرح خوش رکھے ۔ امین " ۔ ان کی
 یہ بات پوری ہوئی اور دونوں دوستوں میں پھر ایسے ملاقات نہ ہو سکی ۔

ذکاء اللہ ہندو مسلم دوستوں کے علاوہ عیسائی دوستوں سے بھی

یکساں ہمدردی کا پرتاؤ رکھتے تھے ۔ مسٹر اینڈ ریویز سے ذکاء اللہ کے بڑے

اچھے تعلقات تھے ۔ مسٹر اینڈ ریویز کو مولوی صاحب سے بڑی عقیدت تھی ۔

انہوں نے ذکاء اللہ کو بڑے قریب سے دیکھا تھا۔ ~~انہوں نے ذکاء اللہ کو بڑے قریب سے دیکھا تھا۔~~ اور ان کے حالات زندگی کا بغور مطالعہ

کیا تھا ۔ جس پر انہوں نے ایک مفصل کتاب لکھی ہے ۔ جو " ذکاء اللہ

اف دہلی " کے نام سے مشہور ہے ۔ اس سے بہتر کتاب ذکاء اللہ کے سوانح

حیات پر نہیں ملتی ہے ۔ بعد کے مصنفین نے اس کتاب سے بڑا استفادہ حاصل

کیا ہے ۔ مولوی نذیر احمد نے ان دونوں کی دوستی پر ~~بڑا اظہارِ مثال~~ ^{بڑا اظہارِ مثال} کیا ہے ۔

کئی ہے ۔

Both of them had penetrated deep down into the inner
 fundamental both of religion it self, a-part from creeds
 and dogmas, their mutual affection , which was so profound
 and senier, was really love for the sake of God.

۱۔ صفحہ ۱۰۲ ۔ تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی ایف اینڈ ایوز ۔

ضیاء الدین احمد برنی ۔ ۲ ۔ مشہور پریس کراچی نمبر ۱

Zakaullah of Delhi , by C.F.Andrews
 Hoffere & Sons Cambridge 1929

page No. XV

ذکاء اللہ کے صرف مسلمان ہی دوست نہیں تھے ۔ ہندوؤں میں بھی اچھے دوست تھے ۔ وہ دونوں دوستوں کے ساتھ یکساں ہمدردی رکھتے تھے ۔ الہ آباد کی ملازمت کے زمانے میں ہندو مسلم دونوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے ۔ ہندو دوست بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ان کا بڑا لڑکا عنایت اللہ ریل میں سفر کر رہا تھا کہ ٹبہ میں بنارس کے ہندو سے ملاقات ہوئی ۔ اس نے عنایت اللہ کے والد کے بارے میں معلوم کیا ۔ اور ذکاء اللہ کا نام سنتے ہی اس نے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ۔^۱ " کہ آپ کے والد کے چہرے کو ہمیشہ یاد رکھوں گا ۔ وہ صحبت اور سیرت کے مجسم تصور تھے "۔ وہ ہندوؤں کی جفاکشی عاقبت اندیشی اعلیٰ زہانت اور ان کے فلسفہ ادب اور موسیقی کے دلچسپی کے متعرف تھے ۔ کیونکہ محکمہ بقلم میں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تھا ۔ وہ ان کے مذہبی خیالات اور تہواروں کے بارے میں کافی معلومات رکھتے تھے ۔ وہ ہندوؤں کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارہ نہیں کرتے تھے ۔

۱۔ صفحہ ۱۹۱ ۔

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی ایف ۔ اینڈ ایوز

ضیاء الدین احمد برنی ۔

مشہور پریس کراچی نمبر ۱ ۔

" ذکاء اللہ کی سیرت پر والدہ کا اثر "

یہ حقیقت ہے کہ ذکاء اللہ کے مذہبی خیالات پر ان کے دادا بقاء اللہ کا زیادہ ^{اثر} ~~حصہ~~ رہا ہے۔ لیکن ان کی سیرت پر ان کی والدہ کا اثر پڑا۔ ان کے دل میں جو پاکیزگی تھی وہ صرف ان کی ماں کی محبت کا نتیجہ تھی۔ وہ بڑی مستقل مزاج نیک سیرت اور اصول کی پابند خاتون تھیں۔ وہ اپنی اولاد کی ذرا سی غلطی کو نظر انداز نہیں کرتی تھیں۔ حالانکہ وہ اپنی اولاد سے غیر معمولی محبت کرتی تھیں اور ان کی ہر بات کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ ان میں یہ خوبی تھی کہ بچوں کا دل ذرا سے وقت میں موہ لیتی تھیں۔ اور بچے اپنی ماں کی خوشی کے لئے مشکل سے مشکل تر کام کرنے کو تیار ہو جاتے۔ اور ان کا حکم ماننا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

ذکاء اللہ نے اپنی والدہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جو غدر کے چند روز بعد پیش آیا جس کا اثر ان پر بہت زیادہ پڑا۔ اس زمانہ میں ان کے خاندان پر غربت بہت زیادہ چھا گئی تھی۔ اور ان کے والد گھر کے اخراجات کو بھی پورا نہیں کر سکتے تھے۔ ایسی حالت میں ان کی والدہ نے اپنے زیورات اور گھر کی قیمتی اشیاء کو فروخت کر دیا۔ اور روپیوں سے بچوں کی کتابیں اور دیگر ضروری چیزیں خریدیں۔ انہوں نے کسی کو خبر نہ ہونے دی کہ انہیں اپنی موروثی چیزیں بیچنے سے بڑی عقیدت ان کو کس قدر تکلیف پہنچی تھی۔ اس واقعہ سے ان کے مضبوط کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

ان کو اپنے خاندان سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ غدر کی وجہ سے ان کا خاندان سخت مفلسی میں گرفتار ہو گیا۔ اس سے وہ بہت زیادہ غمگین تھے۔ اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ اس حالت میں انہوں نے اپنی شادی سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان کو اپنے بھائی بہنوں سے محبت تھی اور ان کی پرورش اور والدین کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شادی نہ کرنے سے ہی یہ موقعہ ہاتھ اسکا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کمایا اپنے والدین اور بھائی بہن پر خرچ کیا۔ ان کی شادیاں کیں اور دیگر اخراجات کا بار اٹھایا۔ ان کو اپنے دوستوں کا خیال تھا۔ غرض دوسروں کی تکلیف کو اپنی ہی تکلیف سمجھتے تھے۔ اور ان کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

" ذکاء اللہ کی شادی اور اولاد "

غدر کے زمانہ میں ذکاء اللہ نے بہ در پی مشکلات کا سامنا کیا۔ اور تکلیف برداشت کی۔ جس کی وجہ سے وہ بہت افسردہ رہتے تھے۔ دہلی بالکل تباہ و برباد ہو گئی تھی اور اب عوام کے انتقام کا جذبہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ لارڈ کننگھم نے پرسکون فضا رکھنے کا قانون نافذ کر دیا تھا۔ اور غدر کی وجہ سے جو حالات پیدا ہو گئے تھے وہ اہستہ اہستہ پرسکون حالت میں رہ رہ کر رہے تھے۔ جب زمانہ کا رنگ بدلا تو اس کے ساتھ ساتھ ذکاء اللہ کا رنگ بھی تبدیل ہوا۔ اور ان میں تبدیلی پیدا ہو گئی

اور انہوں نے جامع مسجد اور دہلی دروازے ^{کے} میں پھر سکونت اختیار کی ۔ اس

شاء راہ کے قریب جو نظام الدین کی طرف جاتی ہے ۔ اور انہوں نے اپنی

زندگی کو نئی امیدوں اور تمناؤں کے ساتھ وابستہ کیا ۔ ان کی وفاداری کا

جنم ~~بھی خانی ہوا اور وہ~~ ملکہ معظمہ کی طرف منتقل ہو گئی ۔ خود محکمہ

تعلیم میں ~~مقام کی حیثیت سے~~ ^{تعلیم} داخل ہو کر ~~پھر~~ ترجمہ کا کام اپنے ذمہ لیا ۔

کیونکہ جدید تعلیم سے ان کو شروع سے ہی دلی لگاؤ تھا ۔ اب عام طور پر

فضا پر سکون ہو گئی تھی تو انہوں نے اپنی زندگی کی طرف توجہ کی ۔ اور

شادی کی ضرورت محسوس کی ۔ انہوں نے شادی اپنی پسند سے کی تھی ۔

اور شریک حیات کا انتخاب دہلی کے ایک شریف گھرانہ سے کیا ۔ ان کو اپنی

بیوی سے دلی محبت تھی اور اپنی پوری زندگی ان کے ساتھ ہنسی خوشی

گزار دی ان کا گھرانہ ^{میاں} لڑکوں پر مشتمل تھا ۔ پہلے ان کا دل بچوں جیسا

تھا لیکن اب باپ کا دل بن گیا تھا ۔ ان کی ~~بیوی کی محبت بچوں کی~~

~~پرورش میں صاحب تکمیل کو پہنچی~~ ۔ مولوی ذکاء اللہ کے قریبی عزیز جناب

فرید احمد فریدی صاحب سے نیاز حاصل ہوا ۔ یہ مولوی ذکاء اللہ کے پر نواس

داماد ہوتے ہیں ۔ یہ درگاہ شاہ عبدالسلام صاحب فریدی و جشتی کے موجودہ

گدی نشین ہیں ۔ انہوں نے مولوی صاحب کے حالات پر اظہار خیال فرمایا ۔

کہ مولوی ذکاء اللہ کے چار لڑکے تھے ۔ جو مولوی عطاء اللہ مولوی عنایت اللہ

مولوی رضا اللہ اور مولوی فرحت اللہ کے نام سے موسوم تھے ۔

مولوی عطاء اللہ مولوی ذکاء اللہ کے بڑے لڑکے تھے۔ ان کی ایک لڑکی ^{کھن} عہین تھی۔
ان کا نام امت البشر بیگم تھا۔ ان کی شادی فریدی صاحب کے چچا شاہ رعایت
الدین ولد عبدالسلام سے ہوئی۔ امت البشر کی بھی ایک لڑکی ہوئیں ان کا
نام امت السلیم بیگم ہے۔ ان کی شادی جناب فریدی صاحب سے ہوئی ہے۔
مولوی عنایت اللہ نے شادی نہیں کی۔ مولوی رضاء اللہ کے دو اولادین تھیں۔
ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکی کا نام امت النعم بیگم تھا ان کا پاکستان میں
انتقال ہو گیا۔ لڑکا حیات ہے ان کا ^{نام} حامد اللہ ہے۔ یہ پاکستان میں
مقیم ہیں۔ مولوی فرحت اللہ کے چار لڑکیاں ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔
امت القدير بیگم امت المعین بیگم امت الحکم بیگم۔ یہ ^{امت البشر} چاروں پاکستان میں
مقیم ہیں۔ امت السلیم بیگم اہلیہ فریدی صاحب ^{ان} کے دو اولادین ہیں۔
ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام بہاؤ الدین فریدی ہے۔ اور لڑکی کا نام
سلطان جہان بیگم ہے۔ مولوی ذکاء اللہ ^{کی} سلسلہ نسبت ابھی جاری ہے۔
مولوی عنایت اللہ ذکاء اللہ کے لڑکوں میں سب سے بڑھے
لکھے ادبی تھے۔ اور حیدرآباد میں معقول تنخواہ پر ملازم تھے۔ فریدی
صاحب کی اہلیہ نے اپنے چچا عنایت اللہ کا ذکر بڑی محبت اور فخر سے کیا۔
مولوی رضاء اللہ کا پاکستان میں انتقال ہو گیا۔ ان کی اولاد بھی وہاں پر
موجود ^{ہے} نہیں۔

مولوی فرحت اللہ مولوی ذکاء اللہ کے سب سے چھوٹے

صاحبزادے تھے۔ یہ نہایت لاؤبالی تھے۔ ان کو پڑھنے لکھنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے مولوی ذکاء اللہ غسل خانہ

میں غسل کرنے چلے گئے۔ فرحت اللہ نے ازار بند سے جابی نکال کر سارے امتحان کے پرچے نقل کر لئے اور رٹ کر امتحان دیا۔ جب امتحان کی کاپی مولوی ذکاء اللہ کے سامنے ائی تو صحیح جوابات دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھنکا اور ان کو بہت ناگوار گزرا اور فوراً مولوی صاحب نے پرنسپل صاحب کو تحویر کیا کہ فرحت اللہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کو پاس کیا جائے سزا کے طور پر اس کو کالج سے نکال دیا جائے اس سے مولوی صاحب کی سچائی اور

ایمانداری کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولوی فرحت اللہ نے اپنی زندگی میں کوئی کام نہیں کیا جائداد کافی تھی اس کے کرائے سے زندگی بسر کی۔ مولوی ذکاء اللہ فرحت اللہ سے بد ظن رہتے تھے۔ مولوی ذکاء اللہ کی چھوٹی

سی دنیا ۱۸۵۷ء میں برباد ہو کر رہ گئی تھی۔ لیکن ان کی موجودہ خوشیوں

نے ان کے پہلے زخموں کو بھر دیا۔ ان کی زندگی میں پھر سے بہار ائی

جس نے ذکاء اللہ کو پھر سر سبز شاداب کر دیا۔

ذکاء اللہ زندہ دلی اور مذاق کا دامن کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

ان کی طبیعت کی شوخی اچھی صحت کی ضامن تھی۔ وہ ہر شخص سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ ایک دن ذکاء اللہ سر سید مرحوم کے ساتھ چندہ کرنے جا رہے تھے تمام راستہ خوش گویاں کرتے رہے۔ وہ مخصوص مسخرے انداز میں اپنے دوستوں اور عزیزوں سے مذاق کرتے تھے اس وجہ سے ان کو (جہ غم) جہم کہا جاتا تھا۔ وہ گھر پر ہر ایک سے ہنس کر بات چیت کرتے تھے۔ اور جب چاروں طرف ہنسی اور خوشی دیکھتے اور ہنس کر کہتے کہ "خدا نے میرے خاندان کو اچھی چیزیں عطا کی ہیں۔ لیکن دنیاوی عقل ہمیں بالکل نہیں دی" ذکاء اللہ اور زیادہ خوش ہوتے تو کہتے دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ دوسروں کا حکم ^{مات} (مات) یہ کہ حکم دین۔

" ذکاء اللہ کی خصلت و عادات "

ہمیشہ ذکاء اللہ ہشاش بشاش رہتے تھے۔ جو لوگ ان سے واقف تھے وہ ان کی عادتوں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس رہتا تھا۔ ہر کام بڑی باقاعدگی سے انجام دیتے تھے (یہ) جدید مغربی تعلیم کے فیض سے وقت کی پابندی سیکھی تھی۔ اس میں کچھ بھی رد و بدل ہوا تو ان کو پریشانی ہوتی تھی۔ جس سے ان کے دن بھر کے کاموں میں گڑبڑ ہو جاتی تھی۔ اس سے ان کو ذہنی اذیت محسوس ہوتی تھی۔

وہ ایک ساتھ زیادہ کام کرنے کے عادی نہیں تھے۔ وہ چھٹی مین اتواروں اور تہواروں کے دن کام نہیں کرتے تھے۔ وہ ان دنوں مین گھر پر اپنے دوستوں سے ملاقات کرتے یا ان سے ملنے ملانے جاتے تھے۔ اتوار کے زیادہ وقت آرام مین صرف کرتے۔ یا اپنے بچوں کے ساتھ کھیل مین شریک ہو کر لطف اندوز ہوتے تھے ذکاء اللہ گرمی مین جہ بجے صبح اور سردی مین ۷ بجے سے لکھنے پڑھنے کا کام شروع کر دیتے تھے۔ ۱۰ بجے کھانا کھاتے اور تھوڑی دیر آرام کرتے پھر ایک بجے تک کام مین مشغول رہتے۔ اس کے بعد نہاتے تیار ہوتے اور پھر میونپل کمیٹی کے لائبریری کلب مین چلے جاتے تھے۔ اور وہاں پر مفید معلومات مین مصروف رہتے تھے۔ ^{اور حاصل کیا} موسم گرما مین اٹھ بجے اور موسم سرما مین ۷ بجے گھر پر واپس آ جاتے تھے۔ کھانا کھاتے اور تھوڑی دیر بیوی بچوں سے بات چیت کرتے۔ اسکے بعد آرام کو چلے جاتے تھے اور صبح تک گہری نیند سوتے۔ اس وجہ سے وہ شادی وغیرہ مین بھی شریک نہ ہو پاتے۔ اگر کسی شادی مین شریک ہو بھی جاتے تو وقت مقررہ پر اجازت لیکر واپس آ جاتے تھے۔ لوگ ان کی اس عادت سے واقف ہونے کی وجہ سے ناراض نہ ہوتے۔ بلکہ خوشی سے گھر جانے کی اجازت دے دیا کرتے تھے۔ ہر ہفتہ اس طرح سے عمل ہوتا تھا۔ اس مین کوئی مذہبی راز پوشیدہ نہیں تھا۔ صرف صحت کے اعتبار سے یہ اصول اپنایا تھا۔

ذکاء اللہ سادہ کھانا پسند کرتے تھے۔ اور اس کو بھی ناپ تول کر کھاتے تھے۔ انکی یہ دلی خواہش تھی۔ کہ انکی اولاد بھی سادہ غذائیں پسند کرے۔ اگر وہ اپنے کسی دوست کے یہاں کھانے پر جانے اور وہاں پر کھانا مقوی یا مرغن ہوتا تو اسکی مقدار اور بھی کم کر دیتے تھے۔ یہ ان کا اصول تھا۔ اور اس پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ اگر گھر میں کوئی بچہ سادہ کھانے کی شکایت کرتا۔ تو وہ ناراض ہو جانے اور کہتے (۱) کھانا بند کر دو اس لئے کہ بھوک کے بغیر کھانا صحت کے تمام اصولوں کے خلاف ہے۔

ذکاء اللہ کی اپنی ضروریات بہت مختصر تھیں۔ انہوں نے اپنی ضروریات کے لئے ایک ملازم رکھا تھا۔ وہ ملازم انکا ہر کام کرتا تھا۔ اور اس نے پینتالیس سال تک انکے یہاں کھانا پکایا۔ وہ ملازم بے حد وفادار تھا۔ وہ اس پر عتایت کی نظر رکھتے تھے۔ وہ ایک معمولی ملازم کی حیثیت سے نہیں تھا۔ بلکہ قابل اعتماد آدمی سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی حالت گھر کے ہر ملازم کے ساتھ تھی۔ وہ بھی ملازمین کے ساتھ بڑی شرافت سے پیش آتے تھے اور ملازم بھی انکے جان نثار بن جاتے تھے۔ انکا خاص ملازم تھا جو کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اور سخت سے سخت کام سے بھی انکار نہیں کرتا تھا۔ یہ انکے اخلاق حسنہ کی خوبی تھی۔ کہ وہ انکی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ موسم گرما میں ایک بار

پنکھا کھینچنے والا ملازم نہیں آیا تھا۔ تو ملازم نے اس کام کو بھی باخوشی انجام دیا۔ اس کو یہ احساس تھا کہ اس کے اقا کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ ایک مرتبہ ذکاء اللہ اپنے ذاتی ملازم کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ اس کی محبت سے انکا دل بھر آیا۔ اس کو بلایا اور رونے لگے پھر اس کے لئے یہ الفاظ کہے "اس وفادار شخص کو جو محبت مجھ سے ہے۔ وہ میری بیماری کے ایام میں خدا کی عظیم ترین برکتوں میں سے ہے۔ اگر میرا بیٹا بھی ہوتا تو اس صورت میں اس سے زیادہ عقیدت کا اظہار نہ کر سکتا تھا" اس کے بعد انہوں نے اپنے ملازم کو دعا دی اور اس کے سر پر اپنا دست شققت رکھ دیا۔^(۱) کہ خدائے رحیم و کریم قیامت کے دن اہل میرے اسکی خدمات کا اجر عنایت فرمائے" بیماری کے زمانے میں پنکھا کھینچنے کے لئے ایک بڑھیا ملازمہ رکھی گئی۔ وہ ذات کی اچھوت تھی۔ اور اسکی تنخواہ بھی مناسب تھی۔ جب ذکاء اللہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ بڑھیا غریب ہے۔ اس کی تنخواہ میں اور اضافہ کر دیا گیا۔

حاشیہ صفحہ -

(۱) - صفحہ - ۱۸۷ اور ۱۸۸

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی ایف اینڈ ایوز

ضیاء الدین احمد برنی - مشہور پریس، کراچی نمبر ۱

(۲) صفحہ - ۱۸۹

(۳) ایضا

گرمی کا موسم ختم ہونے پر اس کو اتنا رو بہ دے کر رخصت کیا کہ وہ موسم سرما کے لٹے کپڑے با آسانی بنا سکتی تھی ۔

ذکاء اللہ زندہ دلی اور مذاق کا حامل نہ تھے جیسا کہ وہ تھے ۔ انکی طبیعت کی شوقی اچھی صحت کی حامل تھی ۔ وہ ہر شخص سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے تھے ۔ ایک مرتبہ ذکاء اللہ سر سید مرحوم کے ساتھ چندہ کرنے جا رہے تھے تمام راستہ خوش گپیاں کرتے رہے ۔ وہ مخصوص تمسخریے انداز میں اپنے دوستوں اور عزیزوں سے مذاق کرتے تھے ۔ اس وجہ سے ان کو چغم کہا جاتا تھا (چہ غم) وہ گھر ہر ایک سے ہنس کر بات جیت کرتے تھے ۔ اور جب چاروں طرف سکون اور خوشی دیکھتے تو ہنس کر کہتے " کہ خدائے میرے خاندان کو زندگی کی سب سے اچھی چیزیں عطا کی ہیں ۔ لیکن دنیاوی عقل ہمیں بالکل نہیں دی " ذکاء اللہ اور زیادہ خوش ہوتے تو کہتے کہ دنیا میں پیدا ہونے ہیں کہ دوسروں کا حکم ماننے

(۱) صفحہ ----- ۱۹۲

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی ۔ ایف ۔ اینڈ ایوز

ضیاء الدین احمد برنی

مشہور پریس کراچی نمبر ۱

(۲) ۔ ایضا

نہ کہ حکم دین "

ذکاء اللہ سے دہلی کے تمام لوگ محبت کرتے تھے۔ کیونکہ

انہوں نے بہت سی جماعتوں میں بڑی وفاداری اور محنت سے کام کیا تھا۔

اس سے انکی شہرت ^{ہونے لگی} ہو گئی۔ جہاں پر انکی ضرورت ہوتی۔ اس جگہ ذکاء اللہ

موجود ہوتے۔ ہندو مسلمان دونوں انکی عوامی لیڈر کی حیثیت سے عزت کرتے

تھے۔ مسلمانوں میں انکی طرف جو نفرت مذہبی اعتبار سے پیدا ہو گئی تھی۔

وہ اب نہ رہی تھی۔ وہ عوام کے اچھے رہنما سمجھے جاتے تھے۔ اور

وہ بیماری کے زمانے میں بھی ملکہ باغ کی لائبریری میں روزانہ جاتے اور

معلومات فراہم کرتے تھے۔ لائبریری میں انکی مخصوص جگہ تھی۔ جہاں وہ

اخبار و رسائل پڑھتے تھے۔ یہاں ایک علمی حلقہ تھا۔ جس میں مختلف

مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ اگر شہر میں کسی جگہ پر کوئی جھگڑا ہو جانا

تو اسکا فیصلہ بھی یہ حلقہ کر دیتا تھا۔ اور فوراً امن و امان قائم کر دیا

جاتا تھا۔ اس ^{بہشت} میں زیادہ تر بوڑھے لوگ شامل تھے۔ جن میں ہندو

مسلمان کسی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ اور اپنے کاموں کی وجہ سے باغزت

سمجھے جاتے تھے۔

ذکاء اللہ عام جلسوں میں تقریر نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ

وہ ضرورت سے زیادہ شرمیلے تھے۔ یہ انکی ذاتی کمزوری تھی۔ ایک بار

انہوں نے عام جلسے میں بولنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے

اس کے بعد انھوں نے جلسوں میں تقریر نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ مرد میدان ہونے کی بجائے تخیل پسند تھے۔ اس کے برخلاف وہ اپنے دوستوں میں بڑی ظرافت ^{اسیر} ~~المجرب~~ بات چیت کرتے تھے۔ خواجہ الطاف حسین حالی ذکاء اللہ کے بارے میں اس طرح کہتے ہیں۔ "ذکاء اللہ خان دوستوں کے سامنے تو بلبل ہزار داستان ہیں لیکن مجمع عام میں انکی زبان بند ہو جاتی ہے۔ اور بہرے گونگے بن جاتے ہیں۔"

ذکاء اللہ میں غم خواری کا جذبہ بہت تھا۔ گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو خود تیمارداری کرتے اور انکے ^{خان} ~~دل میں ولولے پیدا~~ ہوتے تو وہ پریشان ہو جاتے تھے۔ لیکن اپنی پریشانی کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کوئی خدشہ ہوتا تب بھی اسکو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے۔ لیکن اسکا اظہار انکے خیالات سے ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ انکی بیوی سخت بیمار ہوئیں جس سے وہ کبھی صحت یاب نہ ہو سکیں۔ انکی وجہ سے تمام گھر پریشان تھا۔ انکے دونوں لڑکے قریب بیٹھے تھے۔ اور شدت غم سے بالکل خاموش تھے۔

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی۔ ایف۔ اینڈ۔ ایوز۔
ضیاء الدین احمد برنی۔ مشہور پریس کراچی نمبر ۱۔

ذکاء اللہ یہ منظر برداشت نہ کر سکے اور دوسرے کمرہ میں جا کر خوب روئے۔
 ذکاء اللہ ائیندہ زندگی کے لئے کچھ نہیں سوچتے تھے۔
 اور اپنے کو ہر فکر سے آزاد رکھتے تھے۔ وہ اپنا ہر معاملہ خدا پر چھوڑ
 دیتے تھے۔ وہ کہتے کہ ^(۱) اگر میں مستقبل کے بارے میں سوچ بچار کے بعد
 تجاویز بناتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ شان و نادر ہی بار اور ہوتی
 ہے۔ اس لئے میں ہر بات خدا پر چھوڑ دیتا ہوں۔ اور مجھے کسی قسم
 کی تشویش نہیں ہوتی۔ خدا ہر چیز سے واقف ہے۔ میں کچھ بھی نہیں
 جانتا " اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تقدیر کے بھروسہ پر رہتے تھے۔ بلکہ
 وہ محنت سے تمام کام کرتے تھے۔ اور اسی میں اطمینان محسوس کرتے تھے۔
 وہ حال ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔ اس طرح ان کی تمام زندگی سکھ
 چین سے گزری۔ ذکاء اللہ کا ذہنی توازن زندگی کے آخری دنوں تک بالکل
 ٹھیک رہا۔ انکی مذہبی اور معاشرتی معلومات بہت وسیع تھیں۔ وہ ان
 مسائل پر خوب بحث کرتے تھے۔ اور روزانہ کے معاملات پر رائے زنی کرتے تھے۔

(۱) - صفحہ ----- ۱۹۲

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی - از سی ایف - اینڈ ایوز

ضیاء الدین احمد برنی -

مشہور پریس کراچی نمبر ۱

انکو ہندوستان سے محبت تھی ۔ اور اسکی ہر چیز پر فخر کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ ضیاء الدین احمد برنی نے ذکاء اللہ سے ایک سوال معلوم کیا ۔ کہ ہندوستان کے لئے کونسی چیز زیادہ ضروری ہے ۔ انھوں نے جواب دیا کہ مذہبی رواداری سب سے زیادہ ضروری ہے ۔ انکا یہ جواب نہایت ہی حیرت انگیز تھا ۔ ضیاء الدین احمد برنی کا خیال تھا کہ جواب میں تعلیم بتائیں گے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذکاء اللہ ہندوستان کے بارے میں گہری معلومات رکھتے تھے ۔ اور ہر سوال کا جواب بڑے معقول انداز میں دیتے تھے ۔

ذکاء اللہ کے یہاں جب کوئی انا تو اس کی مہمان نوازی خود کرتے تھے ۔ اور انکو ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کرتے تھے ۔ یہاں تک انکی خاطر و مدارت کا مناسب انتظام اپنے زیر نگرانی کراتے تھے ۔ وہ اپنے مہمانوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے ۔

ذکاء اللہ کی انکساری اور سادگی انکی طبیعت کا خاص جوہر تھی ۔ انکا خیال تھا کہ وہ تقلید کرنے کے پیدا ہوئے نہ کہ رہنمائی کے لئے ۔ وہ حکومت کے ہمیشہ وفادار و جان نثار رہے ۔ انکی شخصیت باعرب نہیں تھی ۔ لیکن ان میں غیر معمولی ذہانت ۔ تخیل کی بلندی اور شوخی و ظرافت ^{دلکش} تھی ۔ ان میں شرافت نفس موجود ^{تھلے} تھی ۔ اور اتش فشان نہیں تھی ۔ انکی زبان میں کشش اور چاشنی تھی جس سے وہ دوسروں کا دل موہ لیتے تھے ۔ وہ سچائی کی جتنی جاگتی تصویر تھے ۔

وہ قول کے دہنی تھے ۔ انکا وعدہ گویا تحویری اقرار نامہ تھا ۔ وہ چندہ دینے میں بڑی فیاضی سے کام لیتے تھے ۔ اور وہ جتنا چندہ دینے کا وعدہ کرتے اسکو جلدی ادا کر دیتے تھے ۔ وہ ظاہری نمائش کے قائل نہ تھے ۔ بلکہ اپنے نام کو پوشیدہ رکھنا پسند کرتے تھے ۔

یہ بات ذکاء اللہ کو بالکل پسند نہیں تھی ۔ کہ

لوگ اگر ان کے کام میں مداخلت کریں ۔ یہ چیز ان کے مزاج میں برہمی پیدا کرتی تھی ایک بار اگر یہ بات برداشت کرتے ۔ مگر دوسری بار اپنی ناخوشی کا اظہار کر دیتے تھے ۔ وہ تحویری کام رات میں نہیں کرتے تھے صرف زمانہ تعلیمی میں تین سال تک کیا ۔ یہ عادت انکو موافق نہیں آئی ۔ اس عادت کو ترک کر دیا ۔ اور لکھنے کا کام ہمیشہ دن میں کیا ۔ کام کتنا بھی زیادہ کیوں نہ ہو ۔ وہ پریشان نہیں ہوتے تھے ۔ ہمیشہ مستقل مزاجی سے کام کرتے رہتے تھے ۔ وہ اپنے ہر کام کو حاوی نہیں ہونے دیتے تھے ۔ بلکہ خود کام ہر حاوی رہتے تھے ۔

ذکاء اللہ کا قد و قامت اور لباس ۔

ذکاء اللہ چہرے جسم والے سفید شرعی رش سنجیدہ

چہرہ اور میانہ قد تھا ۔ وہ خطہ و خال سے اخلاق کا ایک پیکر تھے ۔

لباس کے اعتبار سے قدامت پسند تھے ۔ روشی کا کوٹ اور روشی کا پاجامہ

موسم سرما میں اور عام سادہ لباس موسم گرما میں پسند کرتے تھے ۔

جوتا پرانے طرز کا نوکدار لمبی زبان والا پسند فرماتے تھے۔ گویا لباس کے اعتبار سے سادہ زندگی کا لٹو نمونہ تھے۔ ان کے لباس کے بارے میں مولوی نذیر احمد کہتے ہیں۔^(۱) "کہ وہ باوجود یہ کہ سید احمد خان کے گویا پٹھو تھے مگر انھوں نے ساری عمر ترکی ٹوپی تک نہیں اوڑھی۔ انگریزی جوتی تک نہیں پہنی۔"

ذکاء اللہ کے سیاسی خیالات۔

ذکاء اللہ کو سیاسی عقائد و معلومات سے دلچسپی تھی۔ انھیں سوشلزم کے بنیادی خیالات کے سمجھنے میں کافی دشواری ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ ہندوستان کے جدید ماحول کو بھی قدیم نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ حاکم و محکم کے فلسفے کے قائل تھے۔ آخر عمر میں ذکاء اللہ نے لیبر پارٹی میں دلچسپی لی۔ وہ اس پارٹی کے خیالات سے متفق نظر آتے تھے۔ قدامت پسندی انکو ورثہ میں ملی تھی۔ لیکن عقلی طریقہ کار نے انکو ترقی پسند بنا دیا تھا۔

(۱)۔ صفحہ ۸۔۔۔۔۔ مقدمہ۔

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی ایف اینڈ ایوز

ضیاء الدین احمد برنی۔

مشہور پریس کراچی نمبر ۱۔

انکو ہندوستان سے عقیدت تھی ۔ اور بہان کی ہر چیز عزیز تھی ۔ انہوں نے ہندوستانی تحریک میں بھی حصہ لیا ۔ لیکن غدر کے واقعات یاد آتے تو وہ گھبرا جاتے اور تحریک سے پیچھے ہٹ جاتے تھے ۔ اس وجہ سے ان کے ذہن پر خیالات کے درمیان تصادم ملتا تھا ۔ وہ ہندوستان کی ترقی کے لئے سماج کی ترقی کو بنیادی سمجھتے تھے ۔ وہ مسلم قوم کی بستی کو دیکھ کر متفکر ہو جاتے تھے ۔ وہ ظلم و ستم سے نفرت کرتے تھے ۔ اور برائی کا بدلہ بھلائی دیتے تھے ۔

ذکاء اللہ کی ملازمتیں ۔

ذکاء اللہ اپنی تعلیم کو مکمل کرنے کے بعد دہلی کالج میں ماسٹر ریاضی مقرر ہوئے ۔ پھر سات سال تک اگرہ کالج میں فارسی اور اردو کے معلم رہے ۔ ۱۸۵۵ء میں ڈپٹی انسپکٹر کی مدارس مقرر ہوئے اور گیارہ سال تک یہ فرائض انجام دیتے رہے ۔ ۱۸۶۶ء میں نارمل اسکول دہلی کے ہیڈ ماسٹر ^{مقرر} ہوئے ۔ اور تین سال تک اس عہدہ پر کام کرتے رہے ۔ اس کے بعد اورنٹیل کالج سے لیکچرری کا پروانہ ا گیا ۔ اور اس کے ساتھ ہی الہ آباد میور سنٹرل کالج کی پروفیسری پیش کی گئی ۔ انہوں نے الہ آباد کو زیادہ پسند کیا ۔ میور سنٹرل کالج میں دس سال تک فارسی کے پروفیسر رہے اور ۱۸۵۵ء میں پینمن لی ۔ اس کے بعد انہوں نے تصانیف و ترجمے کا کام نیزی کے ساتھ شروع کر دیا ۔

مولوی ذکاء اللہ کے اعزازات -

ذکاء اللہ کو فارسی کے علاوہ ریاضی میں خاص دلچسپی

تھی - انہوں نے اس فن پر بہت سی کتابیں لکھی - اس زمانے میں تعلیم اردو زبان میں دی جاتی تھی - انہوں نے اپنی تمام کتابیں بھی اردو زبان میں لکھی - اور وہ تمام سرکاری نصاب میں داخل ہوئیں - اس خدمت کے صلے میں انکو حکومت برطانیہ کی طرف سے پندرہ سو روپیہ کا انعام ملا - اور ۱۸۸۵ء کے بعد شمس العلماء اور خان بہادر کے خطابات بھی ملے - ۱۸۵۵ء میں زمانہ ڈپٹی انسپکٹری میں تعلیم نسوان کی ترقی کی اشاعت کے صلے میں گورنمنٹ نے انکو خلعت بھی دیا تھا -

ذکاء اللہ کی علالت و وفات -

ذکاء اللہ اپنی طویل عمر میں بہت کم بیمار ہوئے تقریباً انکی عمر نواسی^{۸۹} سال کی تھی - وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں اچھی صحت کے لئے مشہور تھے - یہ انکی پہلی بیماری تھی - جس سے صحت یاب نہیں ہوئے - وہ دن بدن کمزور ہوتے جا رہے تھے - اور شدت درد کی وجہ سے بات بھی نہیں کر پاتے تھے - کبھی انکو پر^{ان} بیہوشی بھی طاری ہو جاتی تھی - اس بیماری کے زمانے میں انکے ایک عزیز دوست نذیر احمد زندہ تھے وہ بھی گھٹیا کے درد میں مبتلا تھے - ان دونوں دوستوں میں

تحریری پیغامات کے ذریعہ ملاقات ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا۔ ذکاء اللہ کا انتقال ۱۷ نومبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں ہوا۔ اس وقت انکی موت کا اثر مولوی نذیر احمد پر بہت زیادہ ہوا۔ کیونکہ وہ بچپن کے دوست تھے۔ مولوی نذیر احمد نے ذکاء اللہ پر ایک مضمون لکھا جس سے انکی سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ اور انکے شدید احساسات کا پتہ چلتا ہے

" دنیاوی عروج کے اعتبار سے ذکاء اللہ کوئی بڑے ادبی نہیں کہلائے جاسکتے^(۱)

وہ نہ حکومت کے کسی منصب جلیلہ پر پہنچے اور نہ انھوں نے کچھ ایسی دنیاوی دولت ہی جمع کی۔ (نفس فرمان کا) سبب یہ نہ تھا کہ ان کو اس کی قابلیت ہی نہ تھی۔ بلکہ اصلی اور واقعی سبب یہ تھا کہ انھوں نے علمی دھندوں کے سامنے دنیاوی عروج کی کچھ پرواہ نہ کی اور کی تو اس قدر کہ کسی کو دنیاوی عروج پر پہنچتے ہوئے سنا اور خوش ہو گئے۔ وہ علم ہی کو بڑی دولت اور بڑی حشمت سمجھتے تھے۔ انھوں نے ساری عمر طالب علمی میں صرف کی۔ اور نفس واپسی تک ان کو علم سے سیری نہیں ہوئی اور وہ ہل من مزید بکارتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔"

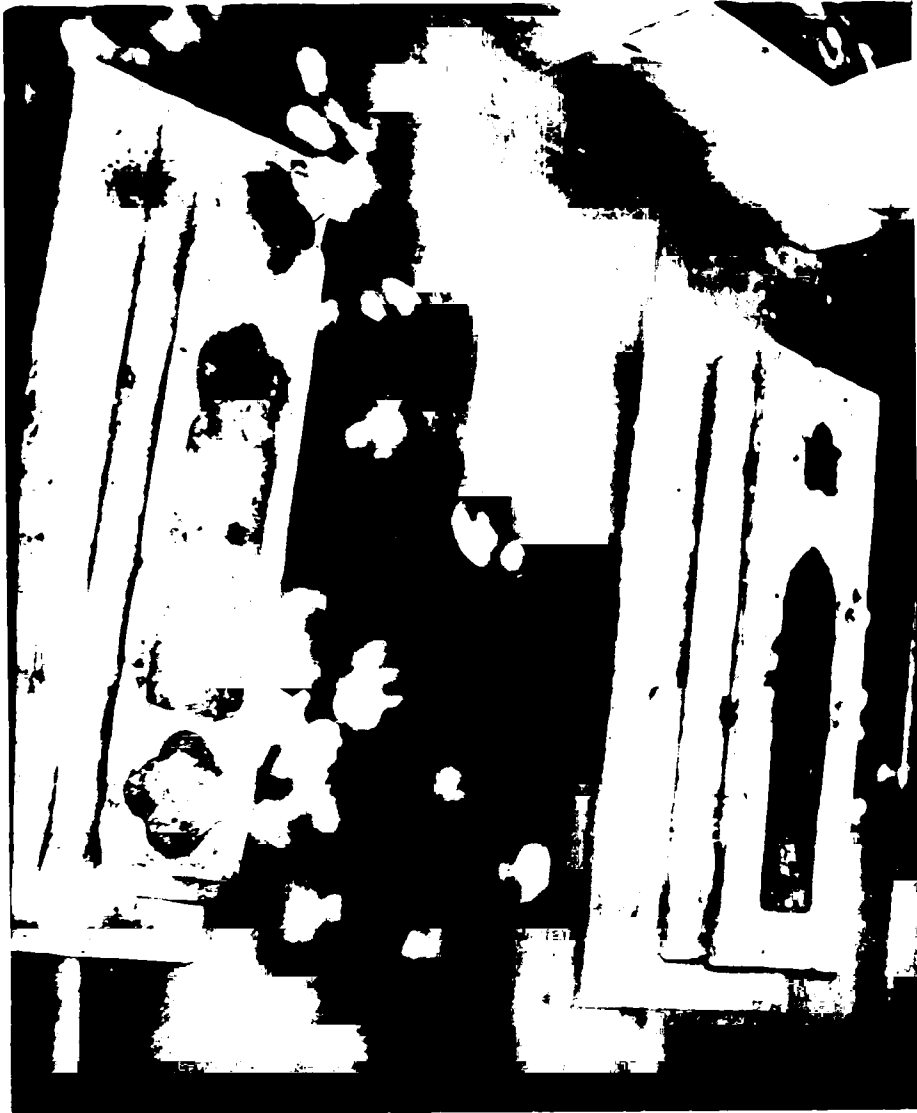
(۱) صفحہ ----- ۷ مقدمہ

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی ایف۔ اینڈ ایوز۔ ضیاء الدین احمد برنی

مشہور پریس کراچی نمبر ۱۔ (دہلی ۱۹۱۱ء)

مقبرہ مولوی ذماد اللہ خان
دہلوی

مقبرہ بیگم ذماد اللہ خان
دہلوی



مولوی ذکاء اللہ کی قبر -

مولوی ذکاء اللہ کی قبر درگاہ حضرت شاہ محمد عبدالسلام صاحب فریدی و چشتی مین واقع ہے - کناٹ پیلس مین مرینا ہوٹل کے مقابل سڑک کی دوسری جانب مسجد کے عقبی حصے مین بائیں طرف دو قبرین ہین - ان مین سے پہلی قبر انکی اہلیہ کی ہے - اہلیہ کی قبر کی تصدیق حضرت فرید احمد فریدی صاحب سے ہوئی - یہ مسجد درگاہ والی مشہور ہے - ~~مولوی ذکاء اللہ کی قبر~~ دونوں قبرین ابھی تک بہت اچھی حالت مین ہین - مولوی ذکاء اللہ کے لوح ہزار پر جو کتبہ کندہ ہے - اس کو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے -

" کل من علیہا فان "

این قبر خان بہادر شمس العلماء منشی ذکاء اللہ از شایر پیراست مردے مستقیم الحال و مجموعہ فضل و کمال بود -
در علوم قدیمہ و جدیدہ ید طولی داشت - تازیست ہمیت
بر خدمت طلاب داشت و در تالیف و تصنیف قصب السبق از اقران
و امثال درین کتب از مولقاتش متد اول بین الطلاب است ویک
منزل از منازل عمر بہ پیمود چہارم ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۸ ھ
روحش بفرمان ارجعی الہی رھت نقل اخرت فرد و پیکر خاکیش زیر خاک
بیا سود - اللہ ہما اغفر الہ "

(۱) - حضرت جناب فرید احمد فریدی صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ محمد

مولوی ذکاء اللہ کے مذہبی خیالات -

مولوی ذکاء اللہ خدا کو مانتے تھے - لیکن مذہب کے روایتی اصولوں کے پابند نہیں تھے - مولوی نذیر احمد اسکا اظہار یوں کرتے ہیں -

"میں اب بھی گواہی دیتا ہوں - اور مر کر بھی خدا کے حضور میں گواہی دوں گا - کہ جہاں تک آدمی کو آدمی کے بطون کا علم ہو سکتا ہے - میرے علم میں مولوی ذکاء اللہ بکے موحد مسلمان تھے - ایک صرف ایک خدا کے جمیع صفاتہ الکمالیہ کا قائل اور ایسا بالغ النظر آدمی جیسے مولوی ذکاء اللہ تھے

؟ سائنس کے معنوں کو حل کرنے والے ہرگز منکر خدائے واحد نہیں ہو سکتا -"

مولوی ذکاء اللہ زندگی کے آخری دنوں میں جناب شاہ حضرت عبدالصمد صاحب کے مرید ہوئے - جنکے والد محترم حضرت شاہ عبدالسلام صاحب مشہور پیر تھے - حضرت شاہ عبدالصمد صاحب اس وقت درگاہ حضرت عبدالسلام کے سجادہ نشین تھے - وہ ہر جمعہ کو درگاہ میں تشریف لے جاتے تھے - ایک جمعہ کو مولوی ذکاء اللہ بھی حضرت شاہ عبدالصمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اپنا مرید کریں - شاہ عبدالصمد صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب یہ کیا کہہ رہے ہیں - میں تو آپکے بچوں میں ہوں - مولوی صاحب نے جواب دیا کہ شاہ صاحب آپکو معلوم

ہے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہوں۔ میں آپ سے بالکل حقیقت کہہ
 رہا ہوں۔ اس پر شاہ صاحب نے کہا کہ اچھا پہلے آپ کلمہ پڑھیں یہ
 سنکر مولوی صاحب ہنسے اور کہا کہ اچھا پہلے آپ مسلمان کرنا چاہتے ہیں
 یہ کسی حد تک درست ہے۔ کیونکہ میں نے زندگی میں لا الہ الا اللہ تو
 بہت بار پڑھا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ کبھی نہیں پڑھا۔ شاہ صاحب
 نے فرمایا سات بار پورا کلمہ پڑھیں۔ شاہد آپ سات بار کلمہ نہ پڑھ سکیں گے
 ذکاء اللہ نے کہا کہ میں نے زندگی بھر لکھنے پڑھنے کا کام کیا ہے۔ میں
 سات بار کلمہ کیون نہیں پڑھ سکتا۔ شاہ صاحب نے کہا اچھا تو پھر جمعہ
 کو اگر بتائے گا۔ مولوی ذکاء اللہ نے سات بار کلمہ پڑھنے کی بہت کوشش
 کی لیکن دو بار سے زیادہ نہیں پڑھ سکے۔ تیسرے جمعہ کو مولوی ذکاء اللہ
 نے شاہ صاحب سے اگر عوض کیا کہ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود دو بار سے
 زیادہ نہیں پڑھ سکا ہوں۔ میری حالت ہی غیر ہوئی جا رہی تھی۔ دل
 و دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ آپ میرے حق میں یوں ہی دعا فرمائیں۔ شاہ صاحب
 نے مولوی ذکاء اللہ کو مرید کر لیا۔ اور انکے لئے دعا کی۔ مولوی ذکاء اللہ
 نے بعد مرنے کے زیر دفن ہونے کے لئے درگاہ حضرت عبدالسلام صاحب میں خواہش
 ظاہر کی۔ تو شاہ صاحب نے ذکاء اللہ کے لئے درگاہ شاہ عبدالسلام میں
 مدفون ہونے کی اجازت ^{دی} حاصل کر لی۔ اور یہ فرمایا کہ میری غیر موجودگی
 میں مولوی صاحب درگاہ کا کام کریں گے۔ شاہ عبدالصمد صاحب کے وصال

کے بعد انکے صاحبزادے حضرت فرید احمد فریدی سجادہ نشین ہوئے ۔
 ذکاء اللہ میان کالے صاحب کے مرید نہیں تھے ۔ یہ حضرت کالے والے کہلا
 کر مشہور ہیں ۔

جناب فرید احمد فریدی صاحب کی شادی ذکاء اللہ کے بڑے
 لڑکے عطاء اللہ صاحب کی نواس سے ہوئی ہے ۔ جو اب بھی حیات ہیں ۔
 اس واقعہ کا علم حضرت فرید احمد فریدی صاحب سے ہوا ۔

جناب حضرت فرید احمد فریدی و جشتی صاحب موجودہ سجادہ نشین
 درگاہ حضرت شاہ محمد عبدالسلام صاحب فریدی و جشتی مقابل یرنا ہوٹل
 کناٹ پبلش ۔ دہلی ۔

" مولوی زکاء اللہ کی تصانیف "

" ستم العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی کی تصانیف "

- ۱۔ اردو کورس یعنی نصاب اردو
- ۲۔ امین قیصری
- ۳۔ اردو کی جوتھی کتاب
- ۴۔ اہل اسلام کی طبیعات
- ۵۔ اکبر دولت
- ۶۔ اہل یونان کی طبیعات کی تاریخ
- ۷۔ اہل عرب کا جبر مقابلہ
- ۸۔ اہل عرب کا جبر
- ۹۔ تاریخ ہندوستان
- ۱۰۔ تاریخ عروج انگلشہ ہند
- ۱۱۔ تعلیم الا نظام
- ۱۲۔ تقوے انسان
- ۱۳۔ تحفۃ الحباب
- ۱۳۔ تہذیب الا خلاق
- ۱۵۔ تعلیم الا خلاق
- ۱۶۔ تحریر اقلیدس مقالہ و مقابلہ پانزہم دو لہزدہم (جو درس میں جاری ہے)
- ۱۷۔ تذکرہ ذکاء اللہ دہلوی سی اینڈ ایوز ترجمہ ضیاء الدین برنی
- ۱۸۔ جغرافیہ طبعی

- ۱۹۔ جغرافیہ قدری
- ۲۰۔ جغرافیہ ریاضہ
- ۲۱۔ چار عنصر ^{کائنات}
- ۲۲۔ دتاسی ^{کارخانہ} رسالہ تذکرات
- ۲۳۔ رشیات القرآن
- ۲۴۔ رسالہ علم مامت ٹوٹلہنیز
- ۲۵۔ رسالہ برتاؤ منتہہ حساب
- رسالہ علم وسکون
- ۲۶۔ سوانح عمری ملکہ وکٹوریہ
- ۲۷۔ سوانح عمری حاجی مولوی سمیع اللہ خان
- ۲۸۔ شرح جبر و مقابلہ
- ۲۹۔ شرقی طبیعات کی امجد
- ۳۰۔ شرقی مغربی طبیعات پر حماکات
- ۳۱۔ صحیفہ فطرت
- ۳۲۔ علم المخروطی
- ۳۳۔ عجائب الحساب
- ۳۴۔ فلسفہ اقبال و منتخب الامثال
- ۳۵۔ فرهنگ فرهنگ

- ۳۶ - کمائے دولت
- ۳۷ - محاربات عظیم
- ۳۸ - مذہب اور سائنس کی رزم اور بنم
- ۳۹ - محاسن الاخلاق حصہ اول
- ۴۰ - منتہی الحساب
- ۴۱ - مغربی طبیعیات کی امجد
- ۴۲ - معاون الحساب
- ۴۳ - مبادی الانشاء (حصہ چہارم)
- ۴۴ - محاسن الاخلاق (حصہ دوم)
- ۴۵ - محاسن مناظرہ
- ۴۶ - مکارم الاخلاق (حصہ دوم)
- ۴۷ - مبادی الانشاء (حصہ اول)

" باب دوم "

زبان و ادب

- | | |
|-------|-----------------|
| الف - | انتخابات |
| ب - | مضامین و مقالات |
| | طبع زاد و ماخوذ |
| ج - | ترجمے |

" انتخابات - "

از

مولوی زکاء اللہ خان

(الف - حصہ)

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خان کے دل میں شروع ہی سے علوم و فنون کی خدمت کا جذبہ موجود تھا۔ انہوں نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایسی ملازمتیں ^{کیں} کیں کہ ان کی قوی لگن اور بڑھ گئی۔ اور قوم کی اصلاح کا جذبہ بھی تیزی سے پروان چڑھتا رہا۔ (ان کو ہندوستانی قوم کی جہالت کا شدید احساس تھا)۔ ان کا خیال تھا کہ قوم اسی وقت ترقی کر سکتی ہے۔ جب یہ جدید علوم سے واقف ہو جائے۔ جدید مغربی تعلیم دیسی زبان میں دی جائے۔ اس وقت اردو زبان میں جدید علمی سرمایہ موجود نہیں تھا۔ صرف لیکچروں ^{کو} سے جدید تعلیم دی جاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اردو زبان میں جدید علوم کے ترجمے کو ضروری سمجھا۔ چنانچہ گورنمنٹ کی فرمائش پر جدید علوم کا ترجمہ اردو زبان میں کرنا شروع کیا۔ اور اس مشکل کام کو باخوبی انجام دیا۔ تاکہ ہندوستانی قوم جدید علوم سے آشنا ہو سکے۔

مولوی ذکاء اللہ نے سب سے پہلے ریاضی پر ایک کتاب تیار کی تھی جو زمانہ طالب علمی میں ہی مکمل ہو گئی۔

"علم فضول مخروطی بالہندسہ"

"فضول مخروطی" اردو ترجمہ ہے انگریزی اصطلاح

کا۔ "مخروط" یا cone ایک مشہور معروف شکل بھسم کا نام ہے۔

" فصول " جمع فصل کی ہے بمعنی کاٹ یا تراش ۔ " مخروطی " مین پائے نسبتی ہے یا اضافی یعنی " مخروط سے نسبت رکھنے والا یا " مخروط کا " ۔ اس لئے " فصول مخروطی " کے معنی ہوئے " مخروط کی کاٹ " یا " مخروط سے نسبت رکھنے والا تراشہ " ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی مخروط کو کوئی سطح مستوی مخصوص شرائط کے تحت قطع کرے تو دونوں کے تقاطع سے جو خطوط منحنی پیدا ہوتے ہیں انہیں " فصول مخروطی " کہتے ہیں ۔ یا بقول مصنف " ان خطوط منحنی کو فصول یا تراش مخروطی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی مخروط مستدیر کو سطح مسوی سے مختلف طور پر تراشنے سے ان کی صورت پیدا ہوتی ہے " ۔

علم ہندسہ کی جس شاخ میں ان اشکال کے خواص سے بحث کی جاتی ہے اسے آج کل انگریزی زبان میں ^{conic} conic sections کہا جاتا ہے ۔ اس لئے اردو میں اس کا ترجمہ " علم فصول مخروطی " سے کیا گیا ۔ (اس پر " بالہندسہ " کی قید لگانے کی وجہ اگے ارہی ہے)

علم ہندسہ کے دوسرے شعبوں کی طرح اس علم کا آغاز بھی

یونان قدیم میں ہوا ۔ اس کا بانی ایک یونانی ریاضی دان مین کس تھا ۔ اس کے زمانہ علم ہندسہ کے جو مسائل علمی حلقوں میں غور و فکر کا موضوع بنے ہوئے تھے ۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ تھا کہ کسی ^{کرویہ} مکعب کو

(جس سے مراد ایسا جسم ہے جس کی لمبائی چوڑائی اور اونچائی برابر ہو)
 کس طرح دگنا کیا جائے کہ نہ تو اس کی شکل میں فرق ائے اور نہ گھٹنے
 سے کم یا زیادہ ہو ۔ کہتے ہیں کسی نے ڈائنا کے مندر میں جاکر منت مانی
 تھی کہ اگر میری مراد پوری ہو جائے تو میں مندر کو دگنا کرا دوں گا ۔ مراد
 پوری ہو گئی اور اس نے مندر کو دگنا کرا دیا ۔ یعنی وہ پہلے جس قدر
 اونچا تھا اب اسے پہلے کے مقابلہ میں دوگنا اونچا کرا دیا ۔ دیوی نے خواب
 میں درشن دیئے اور منت پوری نہ کرنے کا شکوہ کیا ۔ اس شخص نے کہا
 کہ میں نے تو مندر کو دگنا کرا دیا اور منت پوری کر دی ۔ دیوی نے کہا
 جا دیکھ اب وہ میرا مندر کہاں رہا جو روایتاً مکعب ہونا چاہیئے وہ تولہوترا
 ہے " اس شخص نے اب منت اس طرح پوری کی کہ لمبائی اور چوڑائی اور اونچائی
 تینوں کو پہلے سے دگنا کرا دیا ۔ نیا مندر مکعب شکل کا تھا ۔ کیونکہ اب
 کا طول عرض اور ارتفاع تینوں برابر تھے ۔ مگر دیوی نے پھر خواب میں درشن
 دیئے اور منت پورا نہ کرنے کا شکوہ کیا اس شخص نے کہا میں نے تیرے حکم
 کی تعمیل میں اسے مکعب کرا دیا ہے اور وہ پہلے کے مقابلے میں دگنا بھی
 ہے ۔ دیوی نے کہا تو جھوٹا ہے اور وعدہ فراموش بھی ہے ۔ وہ مکعب
 ضرور ہے مگر پہلے کے مقابلے میں اٹھ گنا ہے حالانکہ تو نے وعدہ کیا تھا
 دگنا کرانے کا ۔ بتا تیرا وعدہ کہاں رہا ۔

دیوی کا شکوہ بجا تھا۔ لہذا وہ شخص یہ مسئلہ لے کر ملک کے دانشمندان کے پاس پہنچا مگر کوئی اسے حل نہ کر سکا اب یہ اضافہ ہو یا خرافات اتنی بات ضرور تھی امر واقعی ہے کہ قدیم یونانی ریاضی دان اس مسئلے میں سرگردان ضرور تھے کہ ایک مکعب کو کس طرح دگنا کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ دو مقداروں کے درمیان دو ایسی مقداریں دریافت کی جائیں کہ چاروں متوالی نسبت میں ہو جائیں یعنی پہلی کو دوسری کے ساتھ وہی نسبت ہو جو دوسری کو تیسری کے ساتھ اور تیسری کو چوتھی کے ساتھ ہو۔

انہیں ریاضی دانوں میں مینا کس بھی تھا۔ اس نے اس مسئلے کو جس منحنی کے ذریعہ حل کیا وہ مخروطی تراشہ تھا اور اس طرح "فصول مخروطی" کے علم کی بنیاد ڈالی۔ پھر اور لوگوں نے اس علم کو ترقی دی اور فصول مخروطی کے نئے خواص دریافت کئے تاکہ اقلیدس نے جس کی تصنیف "اصول ہندسہ" اس کے نام پر "اقلیدس" ہی کہلاتی ہے اس نئے علم پر بھی ایک کتاب لکھی۔ مگر جب بعد میں اپلونیس (Apollonius) نے اس موضوع پر اپنی مشہور کتاب "Conica" لکھی تو پھر اقلیدس اور پچھلے ریاضی دانوں کی اس موضوع پر تصانیف گوشہ گمانی میں جا پڑیں۔ ہندسہ یا جیومیٹری یون بھی ایک مشکل فن ہے اور فصول

مخروطی کا علم تو بہت ہی مشکل تھا لہذا صعوبت افہام و تفہیم کی وجہ سے جلد ہی اس کے پڑھنے پڑھانے کا رواج ختم ہو گیا اور اس کے نتیجے میں یہ کتاب عنقا ہو گئی۔ چنانچہ عہد حاضر میں محققین یورپ کو اس کتاب کی تلاش ہوئی تو پوری کتاب کے اٹھ مقالوں میں سے اصل یونانی میں صرف چار مقالے ملے۔ لیکن خوش قسمتی سے باقی مقالوں میں سے پانچویں چھٹے اور ساتویں مقالہ کا عربی ترجمہ مل گیا اور ۱۷۱۰ء میں محقق Haller نے پہلے چار مقالوں کی یونانی اصل اور بعد کے تین مقالوں کے عربی ترجمہ کی مدد سے اہلونیوس کی "کتاب المخروقات" کا معیاری ایڈیشن تیار کیا۔ اس کے بعد انگلستان میں اس علم کے پڑھنے پڑھانے کا رواج ہو گیا اور بہت سے علمائے ریاضی نے اہلونیوس کی کتاب کی نسبتاً آسان شکلوں پر مشتمل درسی متون تیار کئے۔

اس زمانہ میں اقلیدس کے روایتی ہندسہ کے علاوہ تحلیلی ہندسہ کا بھی رواج ہو چکا تھا۔ جس میں ہندسی اشکال کے مسائل کو الجبر کے مدد سے حل کیا جاتا ہے۔ لہذا اس نئے انداز بحث کو "علم فصول مخروطی بالجبر والمقابلہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسی دوسرے انداز بحث کا رواج ہے اور اسے *Coordinate Geometry* کے نام سے پڑھایا جاتا ہے۔ قدیم انداز بحث میں صرف اقلیدسی ہندسہ ہی کا سہارا لیا جاتا تھا۔ اس لئے اسے "علم فصول مخروطی

بالہندسہ " کہا جاتا تھا ۔ اور اسی انداز بحث کو مولانا ذکاء اللہ خان نے پیش نظر کتاب میں اپنایا ہے ۔ اس لئے انھوں نے اس کا یہی نام رکھا ۔ بہر حال انگلستان میں اس قدیم انداز بحث پر جن مصنفوں نے درسی متون تیار کئے ان میں اریو صاحب بی سنٹ صاحب اور ٹیلر صاحب کی کتابیں بہت زیادہ مشہور تھیں ۔

جب انیسویں صدی کے وسط میں انگریزوں نے نیا نظام تعلیم جاری کیا تو یہاں ہندوستان میں بھی انگلستان کی تعلیمی روایات داخل کیں اور درس میں انگریزی مصنفین کی کتابیں مقرر کیں ۔ یہ کتابیں انگریزی زبان میں تھیں اور انگریزی سے نابلد طلباء کے لئے ان سے استفادہ کرنا ناممکن تھا ۔ لہذا ایسے طالب علموں کے لئے مولانا ذکاء اللہ خان نے ڈریو صاحب اور دوسرے انگریز مصنفین کی تصانیف کی مدد سے اس علم کا ایک درسی متن اردو میں لکھا ۔ کتاب میں دیباچہ کے علاوہ اٹھ فصلیں ہیں ۔ پہلی فصل

فصول مخروطی کے عام خواص نیز اس طریقہ کے بیان پر مشتمل ہے کہ انھیں کس طرح کھینچا جائے ۔ اس کے بعد کی تین فصلیں قریب البیضوی PARABOLA بیضوی ELLIPSE اور بعید البیضوی Hyperbola سے متعلق سوالات اور ان کے حل پر مشتمل ہیں ۔ پانچویں فصل میں بتایا گیا ہے کہ مخروط کے بجائے اسطوانہ Cylinder کے قطع کرنے سے کس طرح اس قسم کی فصول مخروطی

پیدا ہوتی ہے۔ چھٹی فصل میں متشابہ فصول مخروطی *Similar conic section* کے خواص ہیں۔ ساتویں فصل میں مخروطی سے بنی اشکال کے رقبہ کا بیان ہے۔ اٹھویں اور آخری فصل اس علم کے مشکل مباحث بالخصوص نسبت موسیقی *Harmonic Ratio* کے مسائل پر مبنی ہے۔

لیکن تعجب ہے کہ مصنف نے صرف انگریز مصنفین کی کتابوں کو ^{اعتماداً} ~~دور~~ سمجھا ہے۔ مسلمان ریاضی دانوں نے اس سلسلے میں جو خدمات شائستہ انجام دیں ان کا تو ذکر ہی کیا خود ان سے کچھ ہی زمانہ پہلے ان کے ہم وطن علماء نے اس سلسلے میں جو کچھ کیا ان کی اس کتاب میں اس کا ادنیٰ المام بھی نہیں ہے۔ اٹھارویں صدی میں خان فضل حسین خان نے جو بادشاہ اودھ کی جانب سے بغیر سفارتی مہمون پر مامور رہے تھے۔ اس فن کے اندر بہت سی دریافتیں کی تھیں جنہیں مولوی غلام حسین جواری نے اپنی کتاب "جامع بہادرخانی" میں بیان کی ہے اور جو مصنف کی کتاب سے کوئی چھیالیس سال میں شائع ہوئی تھی۔ مگر مصنف بھی ان سے نا آشنا معلوم ہوتے ہیں حالانکہ لکھنؤ الہ آباد سے کتاب لکھتے وقت مصنف ہو سنٹرل کالج میں پروفیسر تھے صرف ۱۲۵ میل دور تھا اور جونپور تو صرف ۷۳ میل تھا اور انگلستان ہزاروں میل دور تھا مگر وہاں کے مصنفین کی مولانا خوشہ چینی فرماتے ہیں نہیں خاطر میں لاتے تو اپنے اہل وطن کی جگرکاریوں کو کیا متعجب!!

" معراج الحساب "

مکمل انگریز مصنف کولنز نے علم الحساب میں ایک کتاب لکھی تھی ۔

مولانا ذکاء اللہ نے " معراج الحساب " کے نام سے اردو میں اس کا ترجمہ کیا بد قسمتی سے اس کی انگریزی اصل ہمارے سامنے نہیں ہے اس لئے اسی اردو ترجمہ کی مدد سے اس پر تبصرہ کیا جا رہا ہے ۔

کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے ۔ پہلے دو حصوں میں سات

باب ہیں اور تیسرے حصہ میں گیارہ ضمیمے اور مشقی سوالات ہیں ۔ پہلے حصہ میں جو ۷۹ صفحات پر پھیلا ہوا ہے پہلے علم الحساب کی تعریف اس کا مختصر تعارف اعداد کی کتابت اور قرات نیز حساب ابجد علامات کا ذکر ہے ۔ پھر

علم الحساب کے چاروں قاعدوں (جمع ۔ تفریق ۔ ضرب اور تقسیم) کے عمل کے طریقے ۔ ہر عمل کی صحت کا امتحان نیز اس سے متعلق مثالیں ہیں ۔ باقی

حصہ پہلے باب پر مشتمل ہے ۔ جس میں پہلے تحویل اس کے قاعدے اور مثالیں بتائی ہیں ۔ پھر جمع مرکب ۔ ضرب مرکب اور تقسیم مرکب کے قاعدے اور مثالیں ہیں ۔

پھر رقبہ اور مجسمات کی پیمائش کا بیان ہے ۔ پھر حل شدہ اور مشقی مثالیں

ہیں ۔ زان بعد ایک متفرق مشق ہے جس میں ۷۵ سوال ہیں ۔ خانہ میں

سکون ۔ اوزان اور ناپنے کے پیمانوں کی جدولیں ہیں ۔ پھر مختلف مشقوں کے

سوالات کے جوابات ہیں ۔

دوسرے حصہ میں جس کے اندر ۱۵۸ صفحے ہیں - چھ باب ہیں

بدین تفصیل (پہلا باب پہلے حصہ میں بیان ہو چکا ہے)

باب دوم - مقسوم علیہ اعظم اور ذواصفحات اقل (۹۰۰۴ اور ۹۰۰۴)

باب سوم - کسور عام

باب چہارم - کسور اعشاریہ

باب پنجم - حساب روزمرہ اور حساب تجارت

باب ششم - نسبت اور تناسب

باب ہفتم - متفرق قواعد (سود مفرد - سود مرکب - بیمہ کمیشن اور متی کاٹا

کمپنیوں کے حصے - نفع نقصان) آخر میں متفرق قسم کے سوالات

حل کئے گئے ہیں - پھر ایک متفرق مشق ہے جس میں ۷۵ سوالات

ہیں - خاتمہ میں پچھلی مشقوں کے سوالات کے جواب ہیں -

تیسرا حصہ ۵۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے - اس میں پہلے گیارہ

ضمیمے ہیں - ہر ضمیمہ کا عنوان " حاشیہ " ہے جو غالباً انگریزی اصل میں

نوٹ کے نام سے مذکور ہوا ہو گا - یہ ضمیمے پہلے ۱۲ صفحات پر

پھیلے ہوئے ہیں -

پھر " سوالات امتحان " کے عنوان سے مشقی سوالات ہیں جن کا

مقصد یہ ہے کہ " طالب علم انہیں حل کریں اور اپنا امتحان کریں (لکھی)

اس عنوان کے تحت دس مشقین ہیں جن میں سے نوین مشق کا مترجم

نہ ترجمہ نہیں کیا ۔ باقی مشقوں کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

(۱) سوالات اصول و قواعد حساب پر ۔ حساب کے اول قاعدوں پر

(۲) دفعات ۱ سے ۲۰ تک پر سوالات

(۳) امثلہ نمبری ۱۷ کی توضیح کے لئے سوالات

(۴) باب دوم و سوم و چہارم کی سوالات

(۵) پیمانوں کی تحویل کے سوالات بطور ضمیمہ

(۶) سوالات نسبت

(۷) اوسط کے سوالات

(۸) وقت اور قوت کے سوالات

(۹) کے ترجمہ سے کچھ فائدہ نہیں (اس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے)

(۱۰) سوالات یکساں پیداوار اور یکساں خرچ

ان دس (یا نو) مشقوں کے بعد " مختلف سوالات " میں مع جواب ۔

ان کی تعداد ۲۷ ہے ۔ آخر میں ضمیمہ سوالات مختلفہ " کے عنوان سے

۳۳ سوالات مع جوابات ہیں ۔

جس زمانہ میں ہمارے رئیس التذکرہ نے یہ ترجمہ کیا سیاسی زوال و اضمحلال کے باوجود ملک کی عام فضا بہت اچھی تھی - مگر بیرون حکمران اپنے اقتدار کی گرفت مضبوط کرنے کے لئے محکوموں میں یہ احساس مستحکم کرنا چاہتے تھے کہ وہ نیم وحشی اور جاہل ہین جن کا کوئی ثقافتی ماضی نہیں ہے اور یہ کہ وہ انہیں علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کر رہے ہیں - اور ایسا اندیشہ ہوتا ہے کہ ہمارے رئیس التذکرہ بھی غیر شعوری طور پر اس پروپیگنڈے کی اشاعت میں ان کے الہ کار بن گئے اس اندیشہ کی وجوہ حسب ذیل ہیں -

۱ - دیسی درسگاہوں بالخصوص عربی مدرسوں میں حساب کی جو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں - فاضل مترجم ان سے یقیناً واقف ہون گئے مگر ان کی تصانیف میں اس کا ادنیٰ المام بھی نہیں ملتا -

۲ - اس کے برخلاف ترجمہ کے لئے انہوں نے جن کتابوں کو منتخب کیا وہ ایسے ملک کے لئے لکھی گئی تھیں جہاں کی تہذیب - اقدار حیات اور معاشی نظام ہندوستان سے قطعاً مختلف تھے - مثلاً شراب اور برائڈی کا ذکر یا

جانوروں کے جوانے کا تذکرہ لیکن فاضل مترجم صرف ان چیزوں پر مشتمل سوالات کا اس سے تکلفی سے ترجمہ کرتے ہیں گویا یہ بھی یہاں کے اجتماعی نظام ^{کے} جزء ہیں -

یہ سلسلہ نہ صرف زمانہ پروفیسری تک چلتا رہا بلکہ میسر کالج کی پروفیسری کی خدمات انجام دینے کے بعد بھی برقرار رہا۔ اور پینشن لے کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ تو اس کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ اور پوری طرح سے تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ مولوی صاحب نے چوبیس سال تک دلچسپی اور لگاؤ سے اس سلسلے کو برقرار رکھا۔ انہوں نے ریاضی پر بہت کتابیں مختلف درجوں کے لئے لکھی۔ جو نصاب کے کورس میں شامل ہوئیں۔

مولوی ذکاء اللہ نے مختلف درجوں کے لئے انتخابات بھی لکھے۔ جس سے ان کا مقصد تھا کہ جدید علوم کے ابتدائی قاعدوں سے لوگ آگاہ ہو جائیں۔ اور ان کی یہ ابتدائی کتابیں سرکاری اسکولوں کے نصاب میں داخل ہو گئیں۔ ان انتخابات کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

"اردو نصاب کورس" - تعلیم الاسلام - "نیف نصاب مڈل کورس" -

"اردو کی چوتھی کتاب" - ان کتابوں میں دیگر عنوانات پر مضامین لکھے ہیں۔

جسمین کافی دلچسپی کا خیال رکھا گیا ہے ۔ مضامین ایسے ہوں جس سے طالب علموں کو پڑھنے کا شوق پیدا ہو ۔ اور ان کو تعلیم گاہ دلچسپ جگہ محسوس ہونے لگے ۔ وہ مدرسہ میں اس طرح نہ پڑھیں کہ ان کو صرف پڑھنا ہے بلکہ ان کے دل میں علم کی لگن و محبت پیدا ہو ۔ ذکاء اللہ کا یہ بھی خیال تھا کہ جن چیزوں کو طالب علم روزانہ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں ۔ انکو وہ صحیح طور سے بیان نہیں کر پاتے ۔ اگر وہ مادری زبان میں تعلیم حاصل کریں اسکی حقیقت سے آشنا ہو جائیں ۔ مثال کے طور پر حیوانات ۔ نباتات ۔ معدنیات وغیرہ کے فائدے اور نقصانات کو خوب اچھی طرح سے جان جائیں ۔ اور زمین آسمان کے بارے میں معلومات فراہم کریں ۔ اور ان کو صحیح کاروبار کرنے کا طریقہ بھی ^{میں} جائے ۔ اس مقصد کی غرض سے مولوی صاحب نے انگریزی مضامین سے ایسے مضامین چنے جن سے انکی نظر میں ہندوستانی طالب علموں کو فائدہ حاصل ہو ۔ ان ہی مضامین کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ۔ اور ان ترجموں کو مشہور نامور مصنفین کے پاس بھیج کر ان سے لکھوایا ۔

اردو کی چوتھی کتاب کے مضامین کو بڑے سلیقے سے ترتیب دیا ۔ جس سے اہل علم بڑے مرعوب ہوئے یعنی اس کتاب کو اس طرح سے مرتب کیا کہ مدارس کے طالب علم با آسانی پڑھ سکیں ۔ اور اپنی لیاقت کو درجہ بدرجہ بڑھا سکیں ۔ مولوی ذکاء اللہ نے جگہ جگہ پر نظموں کا بھی انتخاب کیا ہے ۔ جن شاعروں کی نظمیں دی ہیں ۔ انکے نام بھی دئے ہیں ۔ مضامین اس طرح کے ہیں ۔ جسے بھیڑیا دور جھوٹا لڑکا " ۔ " دال چپانی " ۔ " مٹی کا مہینہ " ۔

کوہ ہمالیہ وغیرہ اور جہان پر مناسب سمجھا ہے وہاں پر ناسخ کیے اشعار بھی دئے ہیں اس طرح سے انکے انتخابات میں ^{بہت} کیفیت اور سرور پیدا ہو گیا ہے ۔ مولوی ذکاء اللہ نے ہانتی کی عقل و دانائی کو اس طرح سے بیان کیا ہے ۔

" ہانتی کی دانائی اور ہوشیاری کی سچی نقلین اتنی

عجیب و غریب مشہور ہیں ۔ کہ ایک خاص کتاب بن

سکتی ہے ۔ ان سب سے ثلث ہوتا ہے کہ خدا

کی قدرت ہے کہ یہ جانور اس شہ زوری اور ٹیل

ڈول ایک صفت ایسی رکھتا ہے ۔ جب ہل جاتا ہے

تو اشراف ہو جاتا ہے اپنے مہاونوں کو پیار کرتا

ہے ان کی حفاظت کرتا ہے بہت اچھی طرح سے

ان کا دل خوش کرتا ہے

۱۔ اردو کی چوتھی کتاب مدارس ابتدائی ۔

کے لئے - صفحہ ----- ۲۵ اور nn

جناب صاحب بہادر ڈاکٹر سررشتہ تعلیم اضلاع شمالی و مغرب
اودھ کے حکم سے

شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ فیلور الہ آباد یونیورسٹی نر تالیف کی ۔

دہلی میں باہتمام حافظ محمد عزیز الدین کے طبع ہوئی ۱۸۸۹ء

مولوی ذکاء اللہ نے ایک کتاب "تعلیم الانتظام" کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے مختلف چیزوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کا سب سے پہلا سبق "محنت" ہے۔ اس کے فائدے بتاتے ہیں کہ محنت اور عقل میں کیا تعلق ہے۔ اور "کفایت شعاری" کی اہمیت کو بھی ^{موضح} کیا ہے۔ انہوں نے امور خانہ داری پر بھی خاص توجہ دی ہے۔ اور اس کے انتظام کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ کہ کس طرح سے کام کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ جھوٹی جھوٹی چیزیں بھی کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ گھروں کو کس طرح سے صحت بخش بنا چاہیے۔ اس مضمون میں عورتوں کی ذہانت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اس میں ان کے اخلاق و عادات۔ رہن سہن اور طور طریق کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مولوی ذکاء اللہ گھریلو ماحول سے کافی واقفیت رکھتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ہر بات کو بڑی باریکی سے تحریر کیا ہے۔ انکا خیال تھا کہ ہر فرد کو اپنے فرائض سے پوری طرح سے آگاہی ہونی چاہیے۔ جس سے وہ اپنے کام کی پوری ذمہ داری نبھاسکیں۔ اور ایک کامیاب انسان بن سکے۔

ذکاء اللہ نے اردو نصاب کو مڈل کے طالب علموں کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مختلف قسم کے مضامین شامل ہیں۔ جسے "خدا کی تعریف" "امید کی روشنی" "بحث و تکرار" "موسم سرما"۔ "موسم گرما" "موسم بہار" "گرا ہوا زمانہ" وغیرہ بڑے دلچسپ انداز میں لکھے ہیں۔

مولوی زکاء اللہ نے ان کے علاوہ علم کے دوسرے موضوعات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ اور گہرا مطالعہ بھی کیا ہے۔ انہوں نے سائنس کا بہت عمیق مطالعہ کیا ہے۔ اسکے ہر پہلو پر خوب لکھا ہے۔ جسے علم کیا۔ صفحہ فطرت " اور علم سکون میں مادہ - حرکت - سکون و قوت وغیرہ کا ذکر بہت تفصیل سے ~~کھان~~ کیا ہے۔ اور تمام علم کا دارومدار مادہ پر ہے اور اس کی تریاقی تعریف بہت مشکل ہے لیکن یہ ہمارے حواسِ خمسہ کو ہر وقت محسوس ہوتے ہیں۔

"صحیفہ فطرت" میں انہوں نے "علم طبعی کی تعریف کی ہے۔ قوانین قدرت کی ایک ایک چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے فطرت کا زور (یعنی ٹیمپر کا زور) سائنس کی بنیادی چیزوں کے بارے میں بڑی باریکیوں سے بتایا ہے۔ ہر طالب علم سائنس کی بنیادی چیزوں کو باسانی سمجھ سکے کہ سائنس کیا ہے۔ اور اس کا انسانی زندگی سے کیا تعلق ہے۔ انہوں نے اس طرح سے لکھا ہے۔

(۱) " ایک اور ~~کوشش~~ کشش کیمائی رہی جسکی سبب سے

مختلف جواہر فرد اپس میں یکسر ساری مرکب

چیز باقی نہ رہے صرف پچاس ساٹھ مفردات عنصری

جن میں اکثر دھات میں باقی رہ جائیں اور باقی

سب چیزیں فنا۔"

مولوی ذکاء اللہ نے علم کیمیا پر کتاب لکھی ہے اور یہ بتایا کہ علم کیمیا کیا چیز ہے۔ زمانہ قدیم میں اس علم ^{کا} حکیمہ تعمینہ میں شمار ہوتا تھا۔ جس کو اس زمانہ میں کیمسٹری کہا جاتا ہے۔ اس علم کے ایسے اصول ہوتے ہیں۔ جن کو بڑے انتظام سے ترتیب دیا گیا ہے۔ علم کیمیا کو حاصل کرنے کے لئے مشاہدات اور تجربات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر یہ علم مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے حاصل کرنے میں بڑی مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں۔ تب انسان اپنی منزل پر پہنچتا ہے۔ ذکاء اللہ نے اس کا مطالعہ بڑی دلچسپی سے کیا ہے۔ اور ان چیزوں کے متعلق بیان کیا ہے "آتش"۔ "ہوا"۔ "درجیتوں کی نشوونما"۔ حیوانات و نباتات۔ پانی۔ کوئلہ اور گیسوں کے بارے میں کافی روشنی ڈالی ہے۔ کہ اس علم کیمیا کے ذریعہ یہ تمام چیزیں کیسے معلوم کی جاتی ہیں۔ انکا خیال تھا کہ آج طالب علم اس علم کو اچھی طرح سے سمجھ سکیں اور ایندہ اس کی ترقی کر سکیں گیس کے بارے میں یوں کہتے ہیں۔

"جب ہائیڈروجن جلتی ہے تو پانی بنتا ہے۔ اب

ہم کو یہ دریافت کرنا چاہیے کہ جب ہائیڈروجن

ہوا میں جلتی ہے تو کیا چیز پیدا ہوتی ہے"

جواب۔ قرابہ میں جس سے ہائیڈروجن پیدا کی تھی

اوسمین خمیدہ نلی لگائی تھی ایک سدھی نلی لگاؤ

اور اوسکو اوپر سے نوک دار بناؤ کہ ٹونٹے کا کام
 دے جب تمکو یہ یقین ہو جائے کہ قرابہ میں
 ہوا نہیں رہی تو ٹونٹے کے پاس شعلہ کولاؤ
 ہائی ڈروجن چلتی شروع ہوگی ۔ اور اوسمیں برابر
 شعلہ کی پو آئی گی اب تجویہ دوم کی طرح اس لو
 پر ایک خشک گلاس لاؤ تو اوپر اوس کے قطرے جمع ہونگے
 اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہائی ڈروجن
 چلتی ہے تو وہ ہوا کی اوکسیجن کے ساتھ ملکر
 پانی پیدا کرتی ہے ۔"

①

علم کیمیا ۔ (کیمسٹری)

صفحہ ----- ۲۰ تا ۲۱

شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ ۔ پروفیسر الہ آباد

یونیورسٹی

مولوی ذکاء اللہ نے فلسفہ پر بھی قلم اٹھایا ہے اور اس کے تمام اصولوں سے واقفیت کرائی ہے۔ تشبہات کی تعریف بھی کی ہے۔ ضرب المثلوں کا استعمال کیا ہے۔ ضرب المثلوں کا عام پسند ہونا ان کا اپس میں مقابلہ کرنا اور غیر زبانوں سے ضرب المثلوں کا مثالین دے کر سمجھنا اور ان کی خویان بتانا یعنی انہوں نے فلسفہ کے تقریباً تمام اصولوں کی تعریف کی ہے مولوی ذکاء اللہ نے ضرب المثلوں کے بارے میں اس طرح سے بتایا ہے۔

(۵) "کسی قوم کی ضرب المثلین اس سے ہوتی ہیں۔

کہ اس کے انبیاء اولیا۔ سلاطین۔ امرا شعرا۔ حکما
و علما خواہ طبقہ اعلیٰ کے ہوں یا دانی کے بغیر
ایسی باتیں کہتے ہیں کہ وہ اونکے منہ سے نکل
کر ہوا میں غائب ہو جاتیں بلکہ اپنے پاؤں سے خلقت
کی زبانوں پر کودتی اور اوجھلتی پھرتی ہیں۔
اور ایسی عام پسند ہوتی ہیں کہ جمہور ان کا
سبق پڑھتے ہیں۔"

(۵) - فلسفہ امثال -

صفحہ ----- ۲۰ تا ۲۱

شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ -

ستمبر ۱۸۹۸ء

مولوی ذکاء اللہ نے علم جغرافیہ پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اور جغرافیہ کی بنیادی چیزوں کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ یعنی زمین کی شکل "دن رات" - ہوا کا بیان - پانی کا دورہ - زمین پر دریا اور ندیاں اور انکے کام برفیلے میدان - سیل ^{تمہ} - بحر و بر کی ترتیب - سمندر کا پانی شور و عین کیون ہوتا ہے - حرکات سمندر - سمندر کی تہہ اور زمین کی اندرونی حالت کو بھی بتایا ہے - انکا خیال تھا کہ طالب علم یہ سب کچھ سمجھیں کہ پوری دنیا کا دار و مدار ایسی پر منحصر ہے - انہوں نے ان جغرافیائی حالات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں جغرافیائی حالات بتائے ہیں - دوسرے حصہ میں جغرافیہ کی تعریف کی ہے - اور اسکی تقسیم بھی کی ہے - اس کی اصطلاحات بھی بیان کئے ہیں - زمین جغرافیہ کی شکل و صورت - طول اور عرض اور زمین کی حرکت اور کرہ ارض کا حال لکھا ہے - انہوں نے اردو میں جدید علم کا ذخیرہ فراہم کیا کہ اس سے طالب علم کو کافی سہولیت ملے گی -

مولوی ذکاء اللہ کے ان انتخابات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جدید تعلیم کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا - اس وجہ سے انہوں نے جدید علوم کا بڑا گہرا مطالعہ کیا - اس کے بعد سرکاری مدارس کے ¹⁸⁸⁴ لائے کورس مرتب کئے - اس طرح سے اردو زبان میں جدید علوم کا کافی ذخیرہ جمع ہو گیا۔ یہ مشرقی علوم سے بالکل مختلف تھا - اس کے بغیر انسان ترقی بھی نہیں کر سکتا تھا - کیونکہ یہی وقت کا تقاضہ تھا - مولوی ذکاء اللہ نے اس کام کو بڑی دیانت داری اور ذمہ داری سے پورا کیا -

" مضامین و مقالات "

از

مولوی زکاء اللہ خان

حصہ - (ب)

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ نے اردو ادب کی خدمات نہ صرف

ضخیم تصانیف کے ذریعہ ^{کیں} بلکہ مقالات و مضامین سے بھی ادب کی دنیا

میں اضافہ کیا ہے۔ انکے مضامین پر نظر ڈالی جائے تو وہ ضخیم تصانیف

سے کم نہیں ہونگے۔ سر سید احمد خان کی طرح سے انھوں نے بھی مختلف

موضوعات پر کافی مضامین لکھے ہیں۔ انھوں نے ہر مضمون کو بڑی گہری فکر و

نظر سے تحریر کیا ہے۔ اس میں بعض مضامین تو چھوٹے ہیں اور بعض کو

تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انکے مضامین تقریباً ملک کے ہر رسالہ اور اخبار

میں نکلتے تھے۔ ذکاء اللہ ہفتہ واری اور ماہواری دونوں پرچون میں اپنے مضامین

بھیجا کرتے تھے۔ رسائل و اخبار کے ایڈیٹران مولوی صاحب کی مداح کرتے تھے

ادھر انھوں نے مولوی صاحب سے مضمون کے لئے فرمائش کی اور مضمون تیار۔

یہاں تک کہ واپسی ڈاک مضمون روانہ کر دیتے تھے۔ انکار تو انکو کرنا انا

ہی نہیں تھا۔ مولوی صاحب نے بعض مضامین انگریزی سے ترجمہ کیا۔ اور

بعض انگریزی سے ماخوذ ہوتے تھے۔ لیکن اکثر انکی اپنی نظر و فکر کا نتیجہ

ہوتے تھے۔ (انکے بعض مضامین میں جدت تخیل اور لطافت بیان ایسا ہے

کہ انکی تاریخوں میں بھی نہیں ملتا)۔

ذکاء اللہ نے جو مضامین لکھے ہیں ان سے انکی وسیع معلومات

کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے علم کے مختلف پہلوؤں پر کتنا گہرا مطالعہ

کنا گہرا مطالعہ کیا ہے اور دیگر عنوانات پر قلم اٹھایا ہے۔ تاریخ۔ فلسفہ

سائنس کی طرز معاشرت وغیرہ پر کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ آپ کا دماغ^(۱) بنیے کی دوکان ہے جس کو جس چیز کی ضرورت ہوئی وہاں مل گئی۔

مولوی ذکاء اللہ نے ایک مضمون نیچر کے نام سے لکھا ہے۔ جو ادیب نمبر مین شائع ہوا ہے۔ یہ ادیب نمبر اگرہ سے نکلتا تھا۔ ان کا یہ مضمون اعلیٰ درجہ کا لطیف اور اچھوتا ہے۔ اس مضمون کے متعلق ذکاء اللہ نے بتایا ہے کہ اس کی زبان میری ہے اور خیالات مغربی و مشرقی حکماء علماء اور شعراء کے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ میرا یہ مقصد ہین کہ نیچرل سائنس سکھاؤں۔ کہواؤں میرا مطلب ادب مین انشا پردازی کے لئے ایک نئی طرز ادا پیدا کروں۔ جس سے انشا پردازی مین جدید راہیں زیادہ سے زیادہ جنم لین۔

اسی طرح انہوں نے نیچر کے عنوان پر مضمون لکھا اور اسکے تمام کاموں پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ کہ انسان کو ہوا سے کیا کیا فائدے ہوتے ہیں۔ اور ہوا کی تعریف بھی کی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے

(۱) - سرائیکیں روم

صفحہ ----- شمس العلماء محمد یحییٰ تنہا۔

(۲)۔ ادیب نمبر ۱ جلد نمبر ۱

صفحہ ----- ۶۰۔ بابت جنوری ۱۹۹۹ء۔ پبلیکیشن اگرہ سے ہوئی۔

کہ تعلق ریح اور عقل سے نہیں ہے ۔ کہ جس کو جان سکین ۔ بلکہ اس کو محسوس کرتے ہیں ۔ اس کے بغیر کائنات کی ہر چیز بیکار ہے ۔ نیجر کے سکوت میں بہار نہیں ہے ۔ بلکہ اس کی حرکت میں بہار و رونق ہے ۔ ہوا کے ذریعہ کائنات کی ہر چیز میں حرکت پیدا ہوتی ہے ۔ اس کی وجہ سے باغ میں پھول کھلتے ہیں ۔ سمندر میں مد و جزر پیدا ہوتے ہیں ۔ اور خلص طور پر انسان بھی اس کی بدولت زندہ ہے ۔ انہوں نے ہوا کی اہمیت کو مختلف انداز میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے ۔

مولوی ذکاء اللہ نے ادب کی معنویت اور اہمیت کو ظاہر

کیا ہے ۔ انہوں نے اس کی دیگر خوبیوں کو بھی بتایا ہے ۔ انہوں نے ایک مضمون اگ پر لکھا ہے ۔ اگ کی اہمیت کا مختلف انداز میں بیان کی ہے ۔ اس کے اگ کے مضمون سے انکی انشا پردازی کا کمال عیاں ہوتا ہے ۔ وہ اگ کے لئے یوں کہتے ہیں ۔

(۱) اللہ جل شانہ نے اپنی مخلوق میں اپنی صفات

(الف) کی نشانیاں عجیب حیرت انگیز ادا سے دیکھائی ہے۔

کہ انسان ان نشانیوں کو ذی شان سمجھ کر اپنا

محبوب بنایا ہے ۔

(ج) اگ عجیب نامبارک اولاد ہے پیدا ہوتے ہی مان

باپ کو کھا جاتی ہے ۔

اس طرح سے مولوی ذکاء اللہ نے اگ کی اہمیت کو مختلف انداز

میں واضح کیا ہے ۔ انہوں نے ایک مضمون "کیفیت علم التواء" کے نام سے

رسالہ علم سکون " میں لکھا ہے ۔ اس مضمون میں وہ یوں کہتے ہیں ۔

۲ " کیفیت علم التواء کی تحصیل خاص حد تک فقط تجربہ

اور مشاہدہ سے ہو سکتی ہے مگر جو علم اس طریقہ

سے حاصل ہو گا ۔ مگر اور طریقہ اوسکی تحصیل

کا یہ ہے کہ جس میں اوسکی صحت کو وسعت

حاصل ہو گی ۔ ہم اوس میں علم اعداد یعنی جبر

مقابلہ و { اور علم سطوح یعنی علم ہندسہ

و علم مثلث سے امدادین "

ذکاء اللہ نے اپنے کچھ مضامین کو کتابی شکل دی ہے ۔ اور

اس کا نام "مکارم الاخلاق" ہے جس میں زیادہ تر مضامین خدا کی ذات

سے تعلق رکھتے ہیں ۔ جیسے خدا کیا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے ۔

خدا کا تعلق ہر شے سے ہے ۔ اس کے علاوہ دیگر مذہبی باتیں اخلاق کی خوبیاں بیان کی ہیں ۔ ان کے دوسرے باب " تہذیب الاخلاق " میں دیگر اقسام کے مضامین لکھے ہیں اور اس کے تیسرے باب میں علم و عمل اور عقل پر قلم اٹھایا ہے ۔ اور " محاسن الاخلاق " میں دیگر عنوان ملتے ہیں ۔ ابتداء میں خدا کی تعریف اور اس کے ^{لئے} مختلف اقسام کے مضامین شامل ہیں ۔ اس کے مضامین اس قسم کے ہیں " زمانہ ائندہ کے افکار " " کاہلی " " خوف " ایک آدمی کا نفع دوسرے کا نقصان " وغیرہ ۔

مولوی ذکاء اللہ کی طبیعت میں جدت بخیر ضرورت سے زیادہ تھی ۔ وہ ادب میں نئی راہیں کھولنا چاہتے تھے تاکہ جس سے مشرقی ادب ایک محدود دائرہ سے نکل کر وسیع میدان میں آجائے ۔ اور ہندوستانی ادب کسی ملک کے ادب کے پیچھے نہ رہ جائے ۔ اس وجہ سے انہوں نے مضمون نگاری میں نئے نئے طرز ادا اختیار کئے ۔ مولوی ذکاء اللہ نے جو بھی مضمون لیا ۔ اس کی اہمیت اور نزاکت کو پوری طرح سے بیان کیا ۔ جہاں تک اسکی اچھائیاں اور برائیاں بھی ظاہر کی ہیں ۔

ذکاء اللہ کا طرز ادا بڑا خشک اور فلسفیانہ تھا ۔ کیونکہ وہ بات کی حقیقت کو بالکل واضح کرنا چاہتے تھے ۔ ان کا خیال طرز نگارش میں نیرنگی پیدا کرنا نہیں تھا ۔ وہ سچائی کی جیتی جاگتی تصویر تھے ۔ حقیقت پسندی ان کا نصب العین تھا ۔ یہی چیز ان کی ہر تصنیف میں

موجود ہے۔ (یہاں تک) ان کا ذہن ایک ہین مختلف پہلوؤں کو سوچنے پر
 مجبور ہو جاتا تھا۔ کیونکہ ان کے ذہن و دل میں اپنے وطن کی ہر چیز
 سے ہمدردی اور محبت بھری ہوئی تھی۔ اور وہ ہر شے کی دل سے عزت
 کرتے تھے کیونکہ یہ جذبہ عقیدت شروع سے ہی ان کی طبیعت میں کوٹ
 کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کے مضامین میں بلا کی صداقت موجود ہے۔
 مولوی ذکاء کی فہرست مضامین بھی اس میں

ہمراہ ہے۔

نام مضمون	نام مصنف	نام رسالہ	صفحہ نمبر	سنہ
۱۔ نورِ نبوی	منشی ذکاء اللہ خان	تہذیب الاخلاق	۱	۱۸۷۹ء
۲۔ کیسا غلط خیال ہے	"	"	۱۲۲ تا ۱۲۷	"
کہ زمانہ برسرِ تنزل ہے	"	"	"	"
۳۔ تبصرہ یعنی ریویو	"	"	۱۶۹ تا ۱۸۰	"
مسندِ مددِ جنر السلام	"	"	"	"
۴۔ تہذیب الاخلاق کی	"	"	۲۰۵ تا ۲۱۲	"
تصنیفات اور مصنف	"	"	"	"
۵۔ ذہانت اور آزادی	"	"	۲۲۶ تا ۲۳۱	"
۶۔ نیچر	"	"	۷۲ تا ۷۴	۱۸۸۰ء
۷۔ خبرِ بر غیر	"	"	۹۶ تا ۹۹	"
۸۔ سب سے زیادہ نیک	"	"	۱۲۳ تا ۱۲۷	"
اور بڑا مشکل کام	"	"	"	"
۹۔ اہل ہند کی شائستگی	"	"	۱۲۳ تا ۱۵۲	"
اور اسودگی کے لئے کس	"	"	"	"
قسم کے انشا پرداز اور کس	"	"	"	"
قسم کی انشا پردازی اخباروں	"	"	"	"
اور رسالوں اور کتابوں کے لئے	"	"	"	"
درکار ہے۔	"	"	"	"

نام مضمون	نام مصنف	نام رسالہ	صفحہ نمبر	سنہ
۱۰۔ فاتحہ خوانی علوم قدیم	منشی ذکاء اللہ خان	تہذیب الاخلاق	۲۵۳ تا ۲۶۰	۱۸۸۹
۱۱۔ صفحہ فطرت ارثکل نمبر ۱	"	"	۱۲ تا ۱۸	"
۱۲۔ تحقیقات مذہب	"	"	۳۶ تا ۵۲	۱۳۲۲ نبوی ۱۲۱۱
۱۳۔ علم ہیئت کے چٹکلے اور علم مناظر کے چٹکلے علم حواریت کے چٹکلے	"	"	۱۱ تا ۱۳	۴۸۸۳ فروری
پولٹیکل ایگونی کے چٹکلے پولٹیکل حالات زبان لطافت زبان خیالات کے چٹکلے	"	"	"	"
۱۴۔ تہذیب کی اصل کیا ہے	"	"	۸۰ تا ۱۳۲۵	نبوی ۱۳۱۲ھ
۱۵۔ حرکت زمین کا معائنہ عینی	"	"	۳۹ تا ۴۲	"
۱۶۔ فرہنگ الفاظ فرنگ	"	علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گرٹ	۵۹۶ تا ۵۹۹	۲۸ ۱۸۸۴

نام مضمون	نام مصنف	نام رسالہ	صفحہ نمبر	سنہ
۱۷۔ تہذیب الاخلاق	منشی ذکاء اللہ خان علی گڑھ انسٹی	۸۸۲ تا ۸۸۳	۱۲	اگست ۱۸۹۰ء
اریا ہند ریویو	ٹیوٹ گرٹ			
۱۸۔ مجموعہ نظم فارسی	"	"	۸۹۹	۸ ستمبر ۱۸۹۳ء
مولوی شبلی صاحب				
نعمانی - پروفیسر				
مدرسہ العلوم مسلمان				
علی گڑھ				
۱۹۔ رسالہ مجالس مناظرہ	"	"	۹۱۱	۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء
۲۰۔ رسالت التوحید نمبر ۵				
اعتراض اور اسکا جواب	"	"	۳۷۱ تا ۳۷۲	۱۰ جولائی ۱۹۰۱ء
۲۱۔ حضرت علیا ملکہ قصرہ				
ہند کی بچپن کی ذہانت	"	"	۵۹۵ تا ۵۹۶	۱۷ اکتوبر ۱۹۰۱ء
کی باتیں				
۲۲۔ اشتہار فرهنگ فرنگ	"	"	۹۸	۶ فروری ۱۹۰۳ء
کی تاریخ				

نام مضمون	نام مصنف	نام رسالہ	صفحہ نمبر	سنہ
۲۳۔ شمس العماء خان منشی ذکاء اللہ	منشی ذکاء اللہ	علی گڑھ انٹنسی	۱۲ تا ۱۵	۱۹۰۲ء
بہادر مولوی ذکاء		ٹیوٹ گوٹ		
اللہ اور انکی نئی				
تالیف فرهنگ فرنگ				
نمبر ۱				
۲۴۔ فرهنگ فرنگ نمبر ۲	"	"	۱۷ تا ۱۹	۱۹۰۲ء
۲۵۔ اشتهار تاریخ	"	"	۷۷	۹ جولائی ۱۸۸۱ء
ہندوستان				

" مولوی زکاء اللہ کے ترجمے "

حصہ ----- (ج)

" ترجمے مولوی ذکاء اللہ خان "

(ج)

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ کا مقصد تھا کہ اردو زبان میں جدید تعلیم دی جائے جو انہوں نے شروع کیا تھا ۔ جس سے ہر شخص ان کے خلاف تھا ۔ انہوں نے اس مخالفت کی بالکل پروا نہیں کی ۔ اور یہ ثابت کر دکھایا کہ اعلیٰ مغربی تعلیم ہندوستانی زبان میں دی جا سکتی ہے۔ اور مغربی علوم کی کتابیں بھی اس زبان میں لکھی جا سکتی ہیں ۔ مولوی ذکاء اللہ کا یہ مکمل ارادہ تھا کہ نو عمر بچوں کو غیر ملکی زبان میں تعلیم نہیں دینی چاہیے ۔ کیونکہ جدید علوم کو نئی زبان میں اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتے ۔ اس قسم کی تعلیم تباہی کے برابر ہو گی ۔ اس کا پورا مقصد حاصل نہیں ہو گا ۔ ذکاء اللہ نے یہ مستقل ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے راستہ پر گامزن رہیں گے ۔ انہوں نے جدید علوم کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے کا کام شروع کیا ۔ اور تیزی سے ترقی بھی ہوئی ۔ اس طریقہ عمل میں ایسے انسانوں کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو پروان چڑھائیں ۔ کیونکہ اس وقت ریاضی اور سائنس کا ترجمہ ہوا تھا ۔ ذکاء اللہ کا خیال تھا اگر ایسی زبان میں ترجمہ نہ کیا گیا تو طالب علموں کو پریشانی ہو گی ۔ کیونکہ پہلے انگریزی پر عبور حاصل کریں پھر جدید علوم کو سمجھیں ۔ ہندوستانی طالب علموں کے لئے سب سے زیادہ دقت طلب معاملہ تھا ۔ حکومت کی طرف

سے بھی اس بات کی پوری کوشش کی جا رہی تھی ۔ کہ ان کے لئے مناسب تراجم کئے جائیں ۔

مولوی ذکاء اللہ اس طریقہ تعلیم کے پرجوش حامی تھے ۔

کیونکہ خود انھوں نے اردو زبان کے ذریعہ ریاضی اور سائنس کی تعلیم حاصل کی تھی ۔ انھوں نے دیگر انگریزی مضامین کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ۔ اور اپنا تمام فرصت کا وقت اسی کام میں صرف کرتے تھے ۔

مولوی ذکاء اللہ کا سب سے پہلا پبلشر علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ

تھا ۔ اور اسی انسٹی ٹیوٹ نے اس عظیم کام کی ذمہ داری لی ۔ یہاں سے ریاضی ۔ سائنس ڈ علم طبیعیات اور دیگر علمی موضوعات کی ترجمہ کی ہوئی اعلیٰ کتابیں شائع ہوتی رہیں ۔

ابتداء میں مولوی ذکاء اللہ نے انگریزی مضامین کا بالکل لفظی

ترجمہ کیا پھر اس طریقہ عمل کو مناسب نہ سمجھ کر جلدی ترک کر دیا ۔

اس کے بعد انگریزی سے جنوری طرز انداز اختیار کیا ۔ انھوں نے جدید علوم کے ہر پہلو پر قلم اٹھایا ہے ۔ جو ابتدائی کلاس کے بچوں کے لئے سودمند ثابت ہوں ۔

مولوی ذکاء اللہ نے جدید مغربی علوم کے علاوہ دوسرے علوم

اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے ۔ جیسے فارسی ۔ عربی ۔ عربی میں چند آیات

کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے یعنی " دلائل توحید و قدرت "

" باری تعالیٰ " صفات باری تعالیٰ "۔ " عظمت باری " اور " اعجاز قرآن " جن چند آیات کا ترجمہ کیا اس کا نام رشحات القرآن رکھا۔

مولوی ذکاء اللہ نے رسالہ تذاکرات گارسین دتاسی " کا

ترجمہ تذکرہ مختصر احوال کے نام سے اردو زبان میں کیا ہے۔ اس میں انہوں نے سات سے زیادہ تذکروں اور مجموعہ انتخابات کا حوالہ دیا ہے۔ جن میں ہندی تذکرے بھی شامل ہیں۔

تذاکرات کا ترجمہ مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ زبان و ادب

سے دلچسپی کی اچھی مثال ہے۔

مولوی ذکاء اللہ نے تذاکرات کے دیباچہ میں دتاسی کی

ذہانت اور قابلیت کی تعریف کی ہے کہ صاحب موصوف نے پیرس میں محض اپنی قوت مطالعہ سے زبان اردو و ہندی اور فارسی میں کمال پیدا کیا۔ اور انکی تصنیف سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ کتب کے مطالعہ سے ایک غیر معمولی کام انجام دیا ہے۔ اصل کتاب فرانسیسی زبان میں تھی۔ مدرسہ السنہ مشقرہ پیرس میں ۲ دسمبر ۱۸۵۲ء کو ہندوستانی زبان و ادب پر

گارسین دتاسی کے خطبہ کا موضوع ہندوستانی مصنفین اور ان کے ادبی کارناموں پر مشتمل تھا۔ یہ خطبہ ۱۸۵۵ء میں ہمعصر ریویو میں چھپا۔ اسی خطبہ

کو نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ ۱۸۶۸ء میں کتابی شکل میں شائع کیا۔

اردو شعر و ادب کے تاریخی مطالعہ کے لئے تذکرہ کلیدی

حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بغیر نہ قدیم شعر و ادب کے فکری میلانات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اور اس کے عہد کے تنقیدی شعور کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے فنی معیاروں کو پرکھنے کی کوشش ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ غرض کہ قدیم ادب بالخصوص شعری ادب کی تفہیم و تنقیدی مین تذکروں کا غائر مطالعہ ناگزیر ہے۔ یہی خطبہ زیر نظر اساسی طور پر رسالہ تذاکرات کا ماخذ ہے۔

ایک صاحب کمال نے ان مضامین کو ذہین نشینی کرنے کے بعد انگریزی میں ترجمہ کیا۔ کیونکہ کتاب اس قابل تھی کہ ہندوستانی بھی مستفید ہوں اس وجہ سے ذکاء اللہ نے اس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔

1. La revue contemporaine 1855.

2. Garcin de Tarry - Biographie et étude antique de ses oeuvres - Suraiya Hussain p. 52 Institute Indology.

پہلے فرانسیسی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کا مترجم کون تھا اور کس سن میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کا حال معلوم نہیں اردو کا یہاں پیش کیا جا رہا ہے جس کا منشی ذکاء اللہ نے ترجمہ کیا تھا۔

"مختصر احوال مصنفان ہندی کے تذکروں کا اس کا دوسرا نام رسالہ رباب تذکروں کا مولف اس کے ذکاء اللہ دہلوی ہیں۔ یہ رسالہ ہذا کے پہلے ایڈیشن کا محض ترجمہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اور خربہ العلوم کے اس کے بیان سے بھی جناب فضیلت ماب منشی ذکاء اللہ اپنے ایک رسالہ سابق میں جو تذکروں کے تذکرے ہیں انگریزی سے تیار ہوا تھا۔

زیب ارقام فرماتے ہیں کہ ڈی ٹاس صاحب فرانسیسی نے فرنچ زبان میں ایک تذکرہ ہندی شاعروں کا لکھا ہے"

(۱)۔ رسالہ تذکرات۔ (خطبات گارسان دی سی)۔ ۱۰۹ صفحہ۔۔۔۔ ۱۰۔ ترجمہ منشی ذکاء اللہ دہلوی۔ مرتب ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔ سال اشاعت ۱۹۸۷۔ علمی مجلس دلی کی ادبی

اصلی نسخے کا سر ورق ساقط ہو گیا ہے ۔ جس سے
سن اشاعت معلوم نہیں ہو سکا البتہ آخری صفحے پر تمام شد کے بعد ~~مطبوع~~
کا نام یوں درج ہے " مطبع مظهر العجائب " باہتمام بندہ سرفراز حسین
طبع ہوئی "۔ گارسین دناسی نے اپنے خطبہ دسمبر ۱۸۵۶ء میں مسرت
سے ذکر کیا ہے کہ تذکرہ مختصر احوال مصنفین مترجم مولوی ذکاء اللہ کی
کچھ کاپیاں تین روز پہلے موصول ہوئی ہیں ۔

اس میں بہت سے تذکروں کا ذکر ہے مثال کے طور
پر " بھگت ماند "۔ " نکات السعراء ہند "۔ " وحید العصر "۔
" روزگار میر - (میر تقی میر) "۔ " تذکرۃ القاسم "۔ " تذکرہ نواب
ابراہیم خان "۔ " تذکرہ لطف "۔ " گلستہ نازش " وغیرہ شامل ہیں ۔

" تاریخ هندوستان "

از

مولوی زکاء اللہ خان دہلوی

مولوی ذکاء اللہ کو تاریخ ہندوستان لکھنے کا شوق

پیدا ہوا۔ انہوں نے ہندوستان کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا۔ پھر تاریخ لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ ان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے میں ایک راز پوشیدہ تھا۔ کہ وہ ہندوستان کی عظمت کو رونما کریں کہ ہندوستان دوسرے ترقی یافتہ ممالک سے کم اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ بہت سی خوبیوں کا مالک ہے۔ اور بڑے بڑے تاریخی واقعات اس کے سینے میں موجود ہیں۔

مولوی ذکاء اللہ کا خیال تھا کہ ہندوستان کی عظمت

کے لئے مذہبی رواداری ضروری ہے۔ چاہے یہاں کوئی بھی قوم حکومت کرے۔ انہوں نے اسی خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ بہت ہی عمیق انداز میں کیا ہے۔ مولوی ذکاء اللہ کو یہ یقین تھا کہ "میں ہندوستان میں پیدا ہوا ہوں اور ہمیشہ سرزمین ہندوستان پر ہی رہوں گا اور مرنے کا بھی یہیں پر"۔ ہندوستان سے ان کو عقیدت تھی۔ وہ ہندوستان کی محبت کے لئے اس طرح سے لکھتے ہیں۔

"مجھے ہندوستان سے اتنی محبت ہے جتنی

ایک بیٹے کو اپنی ماں سے ہوسکتی ہے"۔

۱۔ تذکرہ مولوی ذکاء اللہ خان دہلوی۔ از ایف بیہی انڈ ریز

ان کو صرف ہندوستان سے ہی محبت نہیں تھی بلکہ اس کی ہر چیز سے لگاؤ اور انس تھا۔ کیونکہ انہوں نے ایک ایک چیز کو بڑے قریب سے دیکھا تھا۔ اس کی ہر اچھائی اور برائی کو پرکھا تھا۔ وفاداری ان کی زندگی کا خاص مقصد تھا۔ ^{مقدس} عقدت ہندی ان کے ضمیر کی آواز تھی۔ جب مولوی ذکاء اللہ نے ہندوستان کی فضا میں سانس لیا۔ اس وقت مغلیہ سلطنت زوال پذیر تھی۔ مغلیہ شاہی خاندان سے مولوی ذکاء اللہ کے گھرانے کا بہت گہرا تعلق تھا۔ کئی پشتوں سے معلم کی حیثیت سے رہتے چلے آ رہے تھے۔ ذکاء اللہ کو سلاطین مغلیہ سے بڑی ^{حقیقت} عقیدت تھی مغلیہ سلطنت کے واقعات اس طرح سے بیان کرتے کہ انہوں نے مغلیہ سلطنت کا جاہ و جلال اور شان و شوکت کو خود دیکھا ہو۔ سب سے زیادہ اس خاندان کی عزت میں چار چاند لگانے والا اکبر اعظم ان کا ہیرو تھا۔ اس نے اپنی عقلمندی سے تمام ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ اور ہندو مسلم سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا۔ جب ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ تو ایک ایسے حکمران خاندان کی ضرورت تھی۔ جو ہندوستان کی پالیسی کی صحیح ^{مصلحت} (مصلحت) کو دیکھے۔ کیونکہ تاریخ ہند میں خاندانی تبدیلی ضروری تھی۔ اور یہ بھی محسوس کیا کہ ہندوستان جدید دور کی تہذیب میں داخل ہو رہا ہے۔ جو مغرب سے آ رہی ہے۔ ذکاء اللہ کا خیال تھا کہ ہندوستانی رسم و رواج میں ظاہری تبدیلی ضروری ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ان کے دل و دماغ نے جدید

خیالات کو اپنایا ۔ اس جدید تہذیب کے ابتدائی دور میں ذکاء اللہ ایک طالب علم کی حیثیت رکھتے تھے ۔ اور انہوں نے اس بات کو شروع سے ہی ذہین نشین کر لیا تھا کہ اب یہ مغلیہ سلطنت ہندوستان کے لئے کامیاب ثابت نہیں ہو سکتی ۔ مغرب سے آنے والی جدید تہذیب ہندوستان میں کامیاب ہو کر رہے گی ۔ مولوی ذکاء اللہ نے اپنے تاریخی کام میں سب سے زیادہ توجہ اس بات پر دی کہ ہندوستان کو تاریخی اعتبار سے تین دوروں میں تقسیم کیا جائے انہوں نے تاریخ کے تین دور قائم کئے ۔ اور ان کو تین ناموں سے منسوب کیا ۔ یعنی پہلا دور اشوک ۔ دوسرا اکبر اعظم ۔ اور تیسرا دور ملکہ وکٹوریہ ہند ۔ انہوں نے ان تین ادوار میں جس چیز کو مذہب مشترک سمجھا وہ مذہبی رواداری تھی ۔

اس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو تاریخ سے گہری دلچسپی رہی ہو گی ۔ مولوی ذکاء اللہ نے اپنے تاریخی کام کی ابتدا بالکل ابتدائی نقشہ سے شروع کی ۔ یکے بعد دیگر قوموں کا حال بیان کیا ہے اور ان کا اختتام بھی پیش کیا ہے ۔

مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ لکھنے سے پیشتر بھی تاریخین

لکھی جا چکی ہیں ۔ ان کے ہمعصرین نے بھی تاریخ ہند لکھی ہے ۔ اور ان کے بعد بھی برابر تاریخ لکھی گئی ہے ۔ مولوی ذکاء اللہ نے واقعات میں زیادہ سے زیادہ سچائی اور صداقت برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی ہے ۔

دوسری تاریخوں میں واقعات تو یکساں ملتے ہیں لیکن انداز بیان مختلف ہے جس سے سچائی کچھ دب جاتی ہے۔ مولوی ذکاء اللہ نے بابر سے اورنگ زیب تک کے حالات کو بیان کرنے میں ان کتابوں سے زیادہ مدد لی ہے۔ جو فارسی زبان میں اس وقت موجود تھیں۔ مولوی ذکاء اللہ نے واقعات ہمایوں میں ایک واقعہ ہمایوں کی موت کا لکھا ہے۔ اور یہ واقعہ "دربار اکبری" میں بھی موجود ہے۔ اور دیگر کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ اور یہی موت کا واقعہ "واقعات ہند" میں مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ مولوی ذکاء اللہ نے ان واقعات کو لکھا ہے جو صحیح اور قابل اعتماد ہیں۔ مولوی ذکاء اللہ نے مخالفہ ارائی سے ~~کلام~~ کام نہیں لیا۔ حقیقت کو زیادہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے مولانا محمد حسین آزاد مولوی ذکاء اللہ کے ہم عصر تھے۔ انہوں نے اکبر اعظم کے حالات و واقعات کو دربار اکبری کے نام سے لکھا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے دربار اکبری لکھنے میں یونانی انشا پرداز فارسی کتاب "تغیے" سے استفادہ کیا۔ جو واقعات اکبر کے زمانے میں ~~پیشہ~~ ~~پیشہ~~ ان کا ذکر محمد حسین آزاد نے بڑی رنگینی زبان میں بڑھا چڑھا کر لکھا ہے۔ انہوں نے بھی ہمایوں کی موت کا ذکر کیا ہے کہ زینہ سے ~~گر~~ ~~ہوئی~~۔ یہ حقیقت ہر تاریخ میں موجود ہے کہ ہمایوں کی موت ~~گر~~ ~~واقع~~ ~~ہوئی~~۔ علم نجوم کا واقعہ جو ذکاء اللہ کی تاریخ میں ملتا ہے۔ وہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کیا ہے۔

(۱) "اسکو علم نجوم کا بڑا شوق تھا ۔ اسے معلوم
 ہوا ۔ کہ آج شام کو زہرہ طلوع ہو گا ۔ اوسکے
 دیکھنے کے واسطے وہ اپنی کتب خانہ کی چھت
 پر چڑھا اور وہاں ٹہلنے لگا ۔ (اس کتب خانہ کو
 بیشہ منڈل کہتے ہیں ۔ اوسکی ٹوٹی پھوٹی ^{ہوئی}
 عمارت اب تک دہلی میں پرانے قلعہ کے اندر موجود
 ہے ۔) پھر جب اوترنے لگا ۔ اور دوسری سڑی پر پیر
 رکھا تھا کہ موزن نے اذان دی ۔ ادب اور تعظیم
 اذان کے لئے وہ بیٹھ گیا ۔ جب اٹھنے کا قصد کیا
 پیر فرغل میں اولجھا ۔ اور ^{مصلیٰ} ^{سڑی} پر سے ^{پہلا} اور
 وہ سر کے بل زمین پر گرا اور بیہوش ہو گیا ۔ ایسا
 ہوا کہ ہوش نہیں آیا ۔ سر میں جوٹ لگی دائیں طرف
 کے کان سے خون جاری ہوا ۔ اسوقت محل کے اندر اوٹھا
 کر لے گئے ۔ سب طبیب جمع ہوئے مگر کسی ^{کا} طبابت جلی
 نہ دوا نے اثر کیا چوتھے روز اجل نے اس درد کی دوا
 کی "

" دربار اکبری " میں محمد حسین آزاد نے اس واقعہ کو اس انداز میں بیان کیا ہے ۔

(۱) ہمایون دلی میں بیٹھا آرام اور ملک کے کام میں مصروف تھا ۔ کہ دفعہً کتاب خانے کے کوٹھے پر سے گر پڑا جانے والے جان گئے کہ گھڑی ساعت کا مہمان ہے ۔ نیم جان کو اٹھا کر محل میں لے گئے اس وقت کوپروض کی ۔ اور یہاں ظاہر کیا کہ جوٹ سختائی ہے۔ ضعف زور پر ہے ۔ اس لئے باہر نہیں نکلتے خاص خاص ^{مہمان} جانے اور کوئی سلام کو بھی نہ جاتا تھا ۔ باہر یہ صورت تھی دواخانے سے دوا جاتی ہے ۔ کبھی باورچی خانے سے مرغ کا شوربا دہیدم خیراتی ہے ۔ کہ اب طبیعت بحال ہے ۔ اور اس وقت ذرا ضعف زیادہ ہے ۔ اور وہ اندر ہی اندر بہشت میں پہنچ گئے " ۔

(۱) دربار اکبری ۔ مولانا محمد حسین آزاد

(۱) " ہمایون نے تیرہ برس بعد دوبارہ اپنے
تخت پر جلوس کیا ۔ پر ایک برس بھی اوسکے
جلوس کو گزرنے نہ پایا تھا ۔ کہ ایک روز
کسی قریب سے کتب خانے کی جھت پر چڑھا
اور وہاں دیر تک تفریحاً ٹہلا کیا ۔ بعد ازان
تھک کر ہوا کھانے بیٹھ گیا اس میں اذان ہوئی
جاہتا تھا کہ عصا ^{سنگ} اٹھے مگر چونکہ وہاں
سنگ مر مر کا فرش تھا ۔ اس واسطے لکڑی پھیل
گئی ۔ اور وہ سنبھل نہ سکا ۔ اور جھت سے
نیچے آ پڑا چند روز بیمار رہ کر ۱۵۵۶ء میں جان
بحق تسلیم ہوا ۔

" واقعات ہند " کے مورخ نے اس واقعہ کو بیان کرنے میں تاریخ فرشتہ سے مدد
لی ہے ۔ اس مورخ نے مغلیہ سلطنت کے بادشاہوں کے اور بھی واقعات بیان

(۱) واقعات ہند

حسبالحکم

کپتان ہلٹر اینڈ صاحب بہادر ڈاٹر

صفحہ ----- مطبع سرکاری لاہور میں ۱۸۷۰ء ہوئی

کہتے ہیں - اس نے واقعات و حالات کو کہانی کے انداز میں لکھا ہے - جس سے تاریخ کا حقیقی رنگ ختم ہو گیا ہے - اس موت کے واقعہ میں جو سچائی اور صداقت مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ سے ظاہر ہوئی ہے نہ وہ "دربار اکبری" میں موجود اور نہ "واقعات ہند" میں - واقعات ہند کو پڑھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ تاریخ نہ پڑھی جا رہی ہو بلکہ کوئی ناول یا افسانہ پڑھا جا رہا ہے - اس میں ~~بہت کم~~ ^{بہت کم} مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے - زیادہ تر واقعات من گھڑت معلوم ہوتے ہیں -

اکبر کی مذہبی پالیسی تاریخی اعتبار سے کتنی اہمیت رکھتی ہے - لیکن "واقعات ہند" میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا - مولانا محمد حسین آزاد نے بھی "دربار اکبری" میں اکبر کی مذہبی پالیسی کے سلسلے میں زیادہ نہیں لکھا ہے - انھوں نے زیادہ توجہ اس بات پر دی ہے کہ نظام سلطنت میں علماء اور مفتیوں کا زیادہ اثر رہا ہے - اور ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیا جاتا اور جو علماء و فقرا کی مذہبی تقریبات دربار اکبری میں مقید ہوئیں - اور ان پر جو رویہ خوج ہوتا اس کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے - اکبر ^{علمائوں} کا بڑا ادب کرتا ہے - اکبر شیخ سلیم چشتی کا مرید تھا - ہر سال زیارت کو جاتا تھا - یہاں تک سال میں دو بار بھی زیارت کر لیا کرتا تھا - اکبر نے اٹھارہ برس تک ان بزرگوں کی بڑی خدمت کی - محمد حسین آزاد نے اکبر کے مذہبی خیالات پر صرف اتنا

اظہار خیال کیا ہے کہ ابتدا میں اکبر احکام اسلام کا پوری طرح سے پابند تھا۔ اور علماء و قرا کا زبردست پیرو تھا۔ لیکن جھگڑوں نے اکبر کے مذہبی عقیدوں کو کمزور کر دیا۔ جس بات کو علماء کہتے جائز ہے اس کو قرا کہتے ناجائز ہے۔ اس بحث سے اکبر کے مذہبی خیالات میں زبردست انقلاب پیدا ہو گیا۔ اور اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ اس کا تفصیل سے ذکر کرنا تاریخی اعتبار سے نہایت ضروری تھا۔ "دربار اکبری" میں بالکل نہیں ملتا اکبر کی مذہبی پالیسی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کو محمد حسین آزاد نے بالکل نظر انداز کر دیا۔ جو ہر جھٹ بڑی تاریخی کتاب میں موجود ہے۔ اس انداز بیان سے تاریخ کا پورا حق ادا نہیں ہوتا ہے۔

برخلاف اس کے مولوی ذکاء اللہ مذہبی ادبی تھے۔

انہوں نے اس مذہبی تبدیلی کو جو اکبر نے اسلام میں پیدا کی تھی۔ اس کو وہ برداشت نہ کر سکے بڑے افسوس اور شرم ناک انداز میں بیان کیا ہے۔ مولوی ذکاء اللہ نے کہا کہ علماء و قرا کے جھگڑے شروع سے چلے ائے ہیں۔ ان میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ ان مذہبی بحثوں کو جو اکبر کے دربار میں ہوتی تھیں۔ ان کا ذکر انہوں نے مختصر انداز میں تحریر کیا ہے۔ لیکن مولوی ذکاء اللہ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ شریعت کے مطابق اہل اسلام کے لئے ضروری تھا کہ وہ ملک اور قوم کے لئے امام یا خلیفہ کو مقرر کرائے۔ اور اس کے ذریعہ سے حکومت کا کام چلایا جائے اور سلطنت کا انتظام رعیت کی

مرضی سے کیا جائے دوسرے الفاظ میں بادشاہ کہا جا سکتا ہے ۔ بادشاہ کو اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے اس کو بھی شریعت کے احکام کی پابندی کرنا ضروری ہے ۔ بادشاہ کو قرآن اور سنت دونوں کا پابند رہنا ضروری بھی لازمی ہے ۔ مولوی ذکاء اللہ نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا ہے کہ اکبر نے ہندوستان میں ان پابندیوں کو ختم کر دیا اور اپنے اختیار سے ہر کام کرنے کا حکم جاری کیا ۔ اکبر نے اسلام کے خلاف مداخلت کرنے کی کوشش کی ۔ اس وجہ سے اکبر بادشاہ اتنا بڑا اور کامیاب بادشاہ ہونے کے باوجود اپنی مذہبی پالیسی میں ناکام رہا ۔ عوام نے دین الہی قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ مولوی ذکاء اللہ " تاریخ ہندوستان " میں اکبر کے لئے یوں کہتے ہیں ۔

(۱) مگر افسوس ہے کہ ان اصولوں کے خلاف ہندوستان میں خلیفہ یعنی بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق بغیر پابندی قوانین شریعت کے اپنی خواہشات پورا کرنے لگا ۔ بادشاہ بالکل مطلق اعتنان ہو گیا ۔ رعایا کی جان مال اسباب آزادی کا مختار تھا ۔ تمام ملک کی زمین کا مالک تھا ۔ محصول اور خراج گھٹانے بڑھانے اور مقرر اور موقوف کرنے کا اسکو اختیار تھا ۔

(۱) تاریخ ہندوستان ۔ جلد پنجم (بارہویں فصل) ۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی ذکاء اللہ نے اکبر کی مذہبی پالیسی کے لئے سخت افسوس ظاہر کیا ۔ اور اکبر کی ذات پر طنز بھی کیا ہے ۔ اس کے باوجود انہوں نے اکبر کی خوبیاں بھی بیان کی ہیں ۔ اکبر کی عادت خصلت کو بڑی ایمانداری سے نمایاں کیا ہے ۔ اکبر حکومت کے کام میں زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرتا تھا ۔ اور وہ کم سے کم آرام کا عادی تھا ۔ اور نظام حکومت پر خاص توجہ رکھتا تھا ۔ ان سب ^{مہتمم} صوفیت کے علاوہ بھی شکار کھیلتا تھا ۔ کیونکہ اکبر کو شکار کا بہت شوق تھا ۔ اور وہ علمی مباحثوں کے لئے بھی وقت نکال لیا کرتا تھا ۔ مولوی ذکاء اللہ یوں فرماتے ہیں ۔

" وہ سونا کم تھا ۔ بعض راتوں کو جاگتا ہی رہتا تھا ۔ مباحثہ علمیہ اور حکمہ کو سنا کرتا تھا ۔ ایسے مباحثوں کا اوسکو بڑا شوق تھا ۔ اوس نے اپنے اوقات کا الفاظ اس خوبی سے کیا تھا ۔ کہ باوجودیکہ لڑائی برائی اور انتظام ملکی میں زیادہ اوقات صرف ہوتے تھے ۔ مگر پھر بھی پڑھنے اور علمی مباحثوں کے سننے کی فرصت اور سیر و شکار کی مہلت ملتی تھی ۔ شام کو تھوڑی دیر آرام کر کے کام میں مصروف ہوتا تھا ۔ "

مولوی ذکاء اللہ نے اکبر اعظم کے فتوحات اور لڑائیوں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہندوستان پر قبضہ اور ہندو ریاستوں کو اپنی حکومت میں شامل کرنے اور راجپوتوں کو نظام سلطنت میں حصہ لینے اور ان کی شہزادیوں سے شادی کرنے کے واقعات کو تاریخی حقیقت کے ساتھ لکھے ہیں۔

اکبر دور کے علماء و قراء کا ذکر واقعات ہند میں بہت مختصر ہے۔ اکبر کے واقعات اور حالات کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ اس کے کارناموں اور فتوحات کا بالکل واضح طور پر اندازہ نہیں ہوتا۔ اکبر کے مذہبی پالیسی کے بارے میں کچھ بھی نہیں ملتا۔ جو اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب دربار اکبری میں بتایا ہے کہ اکبر نے اٹھارہ برس احکام شریعت کے مطابق زندگی بسر کی۔ اور نماز بھی ادا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے فریضہ شریعت کو پوری ذمہ داری سے ادا کرتا تھا۔ اور یہ خواجہ ^{میر} ~~محمد~~ الدین جشتی اجیر کا بھی عقیدت مند تھا۔ اور وظیفہ بھی پڑھتا تھا۔ اکبر کی زندگی کا پہلا دور تھا۔ علماء اور قراء کے مباحثوں نے اکبر کا اعتقاد کم کر دیا۔ اس وقت تک علماء و قراء کا اقبال بھی کم ہو گیا تھا۔ اس وقت بادشاہ جوان تھا۔ اس کا رجحان ابوالفضل کی طرف ~~مائل~~ ہو گیا۔ اس نے بھی اکبر کے دربار میں جگہ حاصل کی اور اپنا اثر بادشاہ پر پیدا کر لیا۔ اور یہاں تک اصول و عقائد بھی کلام کی زبان

میں ہونے لگے ۔

اکبر کے خیالات میں یہاں تک کفری ا گئی کہ وہ اپنے کو خدا کی جگہ سمجھنے لگا ۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر نے نئے مذہب دین الہی کے نام سے شروع کیا ۔ اور یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے سجدہ بادشاہ کو کیا جائے ۔ اکبر کے ^{معاہدوں} ~~معاہدوں~~ میں سب سے پہلے غازی خان بدخشانی نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ جائز ہے ۔ اکبر کے دربار میں اس کے خلاف آواز بلند کی ۔ لیکن غازی بدخشانی نے اس کا جواب یوں دیا کہ زمانہ قدیم میں جب لوگ اپنے ملائیک بزرگوں کو کوئی تحفہ پیش کرتے تو اس کے ساتھ اپنی پیشانی کو اتین ادب سے جھکا دیتے تھے ۔ دوسرے حضرت ادم کو ^{ملائے} ~~ملائے~~ نے سجدہ کیا ۔ تیسرے حضرت یوسف کو ان کے باپ نے تعظیمی طور پر سجدہ کیا تھا ۔ تو بادشاہ وقت کو سجدہ کرنے سے انکار کیوں ۔ اس قسم کے حالات نے اکبر کو ایک نئے مذہب کی طرف راغب کیا ۔ دوسرے ہندو راجکاروں نے بادشاہ کے مذہبی خیالات میں تبدیلی پیدا کی ۔

مولوی ذکاء اللہ نے اکبر کے دین الہی کے بارے میں

یوں اظہار خیال کیا ہے ۔ اکبر نے اس نئے مذہب میں وہ باتیں جائز قرار دی ہیں ۔ جو احکام شریعت کے اعتبار سے بالکل غلط اور ناجائز ہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ اکبر کے نام کا کلمہ پڑھا جائے یعنی پہلا شخص اگر اللہ اکبر کہے تو دوسرا جواب میں جل جلالہ کہے ۔ شراب پینا ~~محبت~~ صحت یا سورویہ

کا جوا کھیلنا جائز ہے۔ بادشاہ کو سجدہ کرنا لازمی تھا۔ سورج کی تعظیم صبح و شام کرنا ضروری تھا۔ ان تمام باتوں کی پابندی کرنا دین الہی میں داخل ہونا ہے۔ ان خیالات پر مولوی ذکاء اللہ نے کافی بحث کی ہے۔ کیونکہ وہ مومن تھے اور اسلام کے احکام سے واقف تھے۔ ان باتوں کے ماننے سے انسان خارج اسلام ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کو بڑھا چڑھا کر نہیں لکھا ہے۔ بلکہ بادشاہ وقت کے حالات کو بڑی ایمانداری سے بیان کیا ہے۔ اسی کا نام سچائی ہے۔ جس کی تاریخ کو ضرورت ہے۔ انہوں نے ادھر ادھر کی باتوں سے پرہیز کیا ہے۔ وہ دین الہی کے بارے میں اس طرح سے کہتے ہیں۔

(۱) عالموں نے کتابوں اور تاریخی تجویہ سے بادشاہ کے ذہین نشین کر دیا کہ ہزار برس کے بعد ایک پیغمبر پیدا ہوتا ہے اس لئے ۹۹۰ ہجری میں اسلام کا زمانہ ایک ہزار برس کا ختم ہوا۔ اب کوئی نشان کوئی پیغمبر مذہب ہونا چاہیئے۔ اکبر کے دماغ میں یہہ خبط ایسا سمایا کہ وہ اپنے میں پیغمبر جاننے لگا اور اسلام کے مسائل کا کچھ اور اوسکے دل میں نہ

(۱) تاریخ ہندوستان۔ منشی ذکاء اللہ خان صاحب پروفیسر درفکولر سائنس

لٹریچر میسور کالج الہ آباد۔ صفحہ -----

مطبع رضوی میں باہتمام حاجی محمد عزیز الدین کے چھاپہ مارچ ۱۸۷۰ء

رہا ۔ اور مسائل بھر شرع شروع کئے ۔ اول حکم
 یہ دیا کہ سکون تین سنہ ہجری ہزار لکھے
 جائیں ۔ اور ایک تاریخ الفی جس میں حال ہزار
 برس کا مرحلت پڑھایا جائے لا الہ الا اللہ اکبر
 خلیفہ رسد لام علیک میں جل جلالہ کئے جب
 کوئی بادشاہ کے سامنے اترے تو سجدہ زمین بوس
 کرے ۔ اس کے مصنف ایک بڑے فاضل قاضی خان
 نظام بدخشی تھے ۔ ملا عالم کابلی کو افسوس تھا
 کہ یہہ تکہ مجھے پہلے کیوں نہ سوجھا شراب
 پینے کی اجازت ہوئی کہ جس سے مت والا نہ
 بن جائے ۔

جو واقعات دربار اکبری میں تفصیل سے لکھے ہیں وہ مولوی ذکاء اللہ کے یہاں
 مختصر (یا) تفصیل سے نہیں موجود ہیں ۔ مولوی ذکاء اللہ نے مختلف جگہ پر
 عنوان دے کر لکھے ہیں ۔ جسے اکبر کا مذہب ۔ عبادت خانہ حاجیوں کی
 تعظیم وغیرہ صرف اتنا فرق ہے کہ محمد حسین ازاد نے عنوان دے کر نہیں
 لکھا ہے ۔ بلکہ سلسلہ وار واقعات کو قلمبند کئے ہیں ۔ ان کا وجود کم و زیادہ
 ہر تاریخ میں ملتا ہے ۔

مولوی ذکاء اللہ نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر نے دین الہی اپنے لئے شروع کیا تھا۔ اس کی وہ اشاعت نہیں چاہتا تھا۔ مولوی ذکاء اللہ کی یہ بات مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ اکبر اس مذہب کی ترقی نہیں چاہتا تھا۔ اور نہ اس کے پھیلانے کا خیال تھا۔ تو پھر اکبر نے خدا کے بعد اپنا نام کیوں استعمال کیا۔ اور نماز جمعہ میں خطبہ بھی پڑھوایا یہ اشاعت نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ وہ اس مذہب کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش میں تھا۔ اس مذہب کو رعایا نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ صرف اس کے درباریوں میں چند لوگوں نے یہ مذہب قبول کیا تھا۔ اس میں بیربل کو خاص مقام حاصل ہے۔ دربار میں جو اکبر کے پجاری تھے وہ اکبر کے مرید ہوئے مثال کے طور پر مرزا جان نے دین الہی کو قبول کیا۔ اس کے علاوہ کچھ اور لوگوں نے بھی اس مذہب کو اختیار کیا۔ ان باتوں سے بالکل صاف ظاہر ہے کہ اکبر دین الہی کو صرف اپنے نہیں بلکہ اس کو پھیلانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اکبر نے ہر شخص پر زبردستی قبول کرنے کی شرط نہیں رکھی تھی۔ یہ مذہب قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا اس کی مرضی پر منحصر تھا۔ اگر اکبر اس مذہب کو لازمی قرار دیتا تو ہو سکتا تھا کہ اکبر کی سلطنت کا امن جین خطرے میں پڑ جاتا۔ کیونکہ خدا پرست لوگ حضرت رسول خدا کی جگہ اکبر کا نام کیسے لے سکتے تھے۔ اس مذہب کے زیادہ اصول ہندو مذہب سے

زیادہ تعلق رکھتے تھے - یہی چیز لوگوں کو ناگوار گزری - اسی وجہ سے
ہندوستان میں ایک بہت بڑا جھگڑا پیدا ہو جاتا - یہ مذہب چند دنوں میں
زوال پذیر ہو گیا -

مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان لکھنے میں ان کتابوں
سے زیادہ تر واقعات کو حاصل کیا ہے - " اکبر نامہ " ائین اکبری " طبقات
اکبری " واقعات اکبری " تہذیب نامہ " تہذیب التواریخ "
مکتوبات عالمگیری " ان کے علاوہ یورپ کے دیگر مورخوں نے جو تاریخیں لکھی ہیں
ان سے بھی مدد لی ہے -

مولوی ذکاء اللہ نے ائین اکبری کی تعریف کی ہے - کہ یہ
مکمل اور جامع کتاب ہے کیونکہ اس کتاب میں واقعات اکبری ائین کے مطابق لکھے
ہیں - جسکی تائید یورپ کے مورخوں نے بھی کی ہے -

چنانچہ ائین اکبری اکبر کے ائین کی مکمل تاریخ ہے -
ابوالفضل نے اس میں واقعات کو بڑے تفصیل سے لکھے ہیں - مولوی ذکاء اللہ
نے بھی اکبر کے اور دیگر بادشاہوں کے حالات کو زیادہ تر لکھنے کی پوری
کوشش کی ہے اور جانفشانی سے کام کیا ہے - انہوں نے تاریخ لکھنے وقت
ان تاریخوں سے ضرور احتیاط برتی ہو گی - جن میں حقیقت کے برعکس عبارت اراشی
ملتی ہو گی اس کی مثال " واقعات ہند " ہے - اس کے مورخ نے بہت سے

واقعات مغل بادشاہوں کے وہ بیان کئے ہیں جن کا تاریخ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے ۔

مولوی ذکاء اللہ نے لفاظی اور مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا انہیں اپنے وطن یعنی ہندوستان سے محبت اور بیہان کی ہر چیز سے پیار تھا ۔ وہ دنیا کی تاریخ میں ہندوستان کی تاریخ لکھ کر اس کی عظمت اور وقار پیدا کرنا چاہتے تھے ۔ تاکہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ ہندوستان بھی اپنے سینے میں کیسے کیسے خزانے رکھتا ہے ۔ بیہان کے ادب اور تمدن میں اتنی وسعت ہے ۔ کہ وہ دوسرے مذہب اور قوم کو اپنے میں سمو سکتا ہے ۔ ہندوستان میں ہر انے والی قوم نے خوب ترقی کی اور اس کو اپنا ملک بنایا ۔ آخر میں ایک نئی قوم جدید مغربی تہذیب و خیالات کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئی جب انگریز حکمران نے ہندوستان کی ترقی اور قوم کی بھلائی کی طرف توجہ دی ۔ تو مولوی ذکاء اللہ کا جذبہ وفاداری ان کی طرف منتقل ہو گیا ۔ انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کی بڑی تعریف کی ہے ۔ اور تاریخ لکھتے وقت ہندوستان کی عزت و شان کو برقرار رکھتے ہوئے حکمران وقت کے واقعات و حالات کو بڑی دلیری سے بیان کیا ہے ۔

ہم مولوی ذکاء اللہ کی " تاریخ ہندوستان " کو دوسری تاریخوں سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تاریخ

میں کتنی تاریخی حقیقت موجود ہے ۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کتنی کتابوں سے کیا مواد حاصل کیا ہے ۔ مولوی ذکاء اللہ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے تاریخ ہندوستان لکھنے میں یورپین مورخوں کی تاریخ سے بھی استفادہ کیا ہے ۔

مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ لکھنے وقت دی ہسٹری اف انڈیا (THE HISTORY OF INDIA) سے بھی ضرور مدد لی ہوگی ۔ جو ایلٹ اینڈ ڈاؤن سن نے لکھی ہے ۔ کیونکہ بغیر اوقات بالکل یکساں مل جانے ہیں ۔ اس کو ترجمہ تو نہیں کہنا چاہیئے بلکہ وہاں سے مواد اخذ کیا ہے ۔ البتہ واقعات بیان کرنے میں دروپل ضرور کیا ہے ۔ جو اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ سلطان محمد بن تغلق کا یہ واقعہ " دی ہسٹری اف انڈیا " میں ایلٹ اینڈ ڈاؤن سن نے دوسری جلد میں بیان کیا ہے ۔

Sultan Mohammed bin Toghliq Shah, the heir apparent succeeded his father and ascended the throne at Fuglikabad in the year 925 A(1325 A.D) on the fourtieth day after he proceeded from Fuglikabad to Delhi and there in the ancient place took his seat upon the throne of the old Sultan

Vol II page 235

The History of India

Sir Elmet & Professor Dowson

Kitab Mahal Proiude leted

Allahabad.

مولوی ذکاء اللہ اس واقعہ کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں لیکن

اس میں الفاظ اور زبان دونوں کا بھی فرق پیدا ہو گیا ہے ۔

(۱) جب کہ غیاث الدین تغلق اس جہان سے

وداع ہوا تو سووم کے بعد تغلق آباد میں

جونہا خان بڑا بیٹا اور ولیہد اس کا مسند

شاہی پر جلوہ افروز ہوا ۔ اور سلطان

محمد شاہ اپنا خطاب رکھا ۔ جہلم کے

بعد تغلق آباد سے دہلی میں آیا ۔ اور

ہرانے بادشاہوں کے تخت گاہ پر جلوس

فرمایا ۔ اور یہہ اجلاس اسی جاہ جلال

اور شان و شوکت کے ساتھ تھا کہ وہ کسی

اور نشین کو نصیب ہوا ۔

(۱) " تاریخ ہندوستان " فضل شیشم

صفحہ ۲۳۵ -----

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ پروفیسر میسر کالج ۔ الہ آباد

"دی ہسٹری اف انڈیا" تیسری مین ایلٹ اینڈ ٹمپورسلی ڈاؤسن نے سلطان فروزشاہ کا واقعہ اس طرح سے بیان کیا ہے ۔

When Firoz Shah was seven year old his father Sipah Salar Rajab died and Tughlik Shah made great ¹⁾ morning for him . The widewid mother was in great distress as to the education and training of her son, But Tughlik shah conseld her, and told her that her would took upon the child as his owns and treat him every kindness so long as he lived. The mother of Firoz Shah had no other child , either son or daughter. These who say that Malik Kutbuddin was brother of Firoz Shah seak the truth, but he was born of another mother. The same was the case with Malik Naib - bar - bab, he also was his brother but by a different mother.

Firoz Shah received instruction in the duties of Royalty and the function of sovereignty from two kings Sultan Tughlik Shah and Sultan Mohammed Shah,

and he ^Lthoroughly conversant with all affairs
of states. Batar Khan Buzurg used to say upon
this subject that Firoz Shah ought to be
acquainted with Regal and political duties and that
no one should feel any apprehension about him.

Vol III page 273 ^{and} (at) 274

The History of India

by

Elloit and Dowson

Kitab Mahal (U.P.) Private Ltd.

Allahabad

مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان میں یہ واقعہ جو فیروز شاہ کی زندگی
سیر وابستہ ہے اس انداز میں موجود ہے ۔

" در ملک فیروز شاہ بایک سلطان غیاث الدین
تغلق شاہ غازی کے بھائی سپہ سالار رجب
کا بیٹا تھا ۔ اور ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا سات برس کا
تھی ۔ ۷۰۹
ہوا تھا کہ باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ
گیا ۔ مگر چچا نے باپ سے بھی زیادہ
تربیت اور تعلیم دینے کی کوشش کی اور
اپنے ساتھ بیٹھا کر تمام اسرار سلطنت اور
امور حکومت سے اس کو ماہر کیا اٹھارہ برس

کی عمر ہوئی تو اس چچا کا بھی انتقال ہو
گیا ۔ اب سلطان محمد تغلق چچیرا بھائی اوسکی پر داشت
میں مصروف ہوا ۔

چچا کے دامن تلے تربیت اور تعلیم پا چکا تھا ۔
 اب اس بھائی کی بدولت زمانہ کا نشیب و فراز اور
 تجربہ حاصل ہوا ۔ غرض پوری لیاقت سلطنت کے
 کاموں میں حاصل ہو گئی ۔ "

مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان کی ہر جلد تقریباً دی ہسٹری اف
 انڈیا کی ہر جلد سے مشابہ ہے اور زیادہ تر واقعات و حالات کچھ تبدیلی
 کے بعد یکساں مل جاتے ہیں ۔ اس کی ایک اور مثال ایٹلٹ اینڈ ڈاؤن سن کی
 دی ہسٹری اف انڈیا کے پانچویں جلد سے لی ہے ۔ جو مولوی ذکاء اللہ کی
 تاریخ ہندوستان بھی موجود ہے ۔ عبارت یہ ہے ۔

On the death of the Emperor Babar, Prince Humayun who arrived from Sambal ascended the throne at Agra with the support of Amir Nizamuddin Ali Khalifa , on the 9th Jumadal awwal 937 H(29th January 1530) The date of his accession is found in the words Khariul -Mulak

(۱) تاریخ ہندوستان ۔ فصل شیشم (جلد تیسری) ۔ صفحہ --- ۲۶۰

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خان ۔

The History of India
 Vol V
 Elliot & Dawson
 page 183

مولوی ذکاء اللہ بھی ہمایون کے بارے میں یوں لکھتے ہیں -

یہ پروگرام تاریخ ہندوستان کی فصل اٹھویں تحریر کیا ہے -

(۱) جو جھگڑا بابر کی جگہ بادشاہ ہونے کا

ہو چکا تھا اسکا ذکر ہم پہلے کر چکے

ہیں - اب خلیفہ نظام الدین کی معرفت

سے ہمایون چوبیس برس کی عمر میں ہم

جمادی الاول ۳۷۷ھ میں ۲۹ جنوری ۱۸۳۰ء

کو شہر اگرہ میں تخت خلافت پر جلوس فرما

ہوا - اور جلوس کی تاریخ خیر الملوک ہوئی -

ایک کتاب " واقعات ہند " کے نام سے منسوب ہے ہم عصر ہے - اس تاریخ کے

مورخ نے تاریخی واقعات کو بڑے ڈرامائی انداز میں بیان کئے ہیں - مثلاً اس

نے نور جہان کی پیدائش کے واقعہ کو الفاظ کا رنگین لباس پہنا کر پیش کیا ہے -

یہ تو حقیقت ہے - کہ نور جہان اپنے والدین کے زمانے میں جنگل میں

پیدا ہوئی لیکن جس طرح سے " واقعات ہند " میں بتایا گیا ہے - وہ بالکل

(۱) تاریخ ہندوستان (فصل اٹھویں)

صفحہ ----- ۳۹۲

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خان پروفیسر میسر کالج - الہ آباد

غلط ہے ۔ دوسری سب سے بڑی بنیادی غلطی یہ ہے کہ نور جہان کے والد کا نام خواجہ ایاز بتایا ہے جب کہ دوسری تاریخوں اور مولوی ذکاؒ اللہ کی " تاریخ ہندوستان " میں مرزا غیاث لکھا ہے ۔ " واقعات ہند " کے مورخ نے یوں لکھا ہے ۔

" خواجہ ایاز کسی عالی خاندان کا بگڑا ہوا
 رئیس قوم تاتار سے تھا ۔ جب محتاج نان (ہوا)
 شینہ کا ہوا تو اس نے (معہ) اپنی بیوی کے
 ہندوستان کا سفر اختیار کیا ۔ اون ایام میں اوس
 کی عورت حمل سے تھی ۔ جس وقت یہ دونوں
 اس دشت سے گزر رہے تھے جو ہندوستان اور
 تاتار کے راہ میں واقع ہے ۔ راستہ میں لڑکی
 پیدا ہوئی چونکہ خواجہ ایاز اوسکا باپ اور ما
 حالت افلاس میں مبتلا تھے ۔ یہہ سوچ کر کہ
 اس لڑکی کی پرورش کیونکر کریں گے ۔ اور کہاں
 لے کر پھریں گے ۔ اور یہ بھی خیال کر کے
 یہ لڑکی بڑی منحوس طالع ہے ۔ جو ایسی
 مفلسی کے وقت پیدا ہوئی ہے ۔ اوس کو اس
 جگہ جنگل میں چھوڑ کر قدم اگے بڑایا پیٹ

کی آگ بھری ہوئی ہے - محبت جوش پر اٹی
 دم پیچھے مڑ مڑ کر دیکھی آخر کو ما کے
 قدم آگے نہ اٹھا ایک جا مثل سرد کھڑی
 ہو کر زار زار رونے لگی - وہیں گلستان کے
 میدان میں گر پڑی اور ماہی بے اب اوس
 بچہ کو یاد کر کے ٹہنے لگی - مگر اتنی طاقت
 اوس نے تھی جو مڑ جائے اور بچہ کو اٹھا لائے
 خواجہ ایاز کا دل بھی یہہ حالت دیکھ کر
 اٹھ آیا کہنے لگے صبر کرو میں جاتا ہوں - اور
 بیٹی کو تمہارے پاس لے آتا ہوں خیر جو قسمت
 میں لکھا ہے - سو ہوگا - غرض انہی قدموں
 پیچھے مڑا جب وہاں پہونچا جس جگہ اوس کو
 جھوڑا یا تھا - کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالا
 سانپ اوس لڑکی سے لپٹا ہوا ہے - یہہ بے اختیار

(۱) واقعات ہند " حسب الحکم جناب کپتان بالٹر ایڈ صاحب بہادر

ڈاکٹر ایک انٹرکشن مدراس کی پنجاب

محبت کے جوش میں آگے بڑھا - شور کیا - وہ
 سانپ فوراً الگ ہو کر ایک درخت کی ٹہنیوں میں
 جا چپا ایاز نے بچہ صحیح و سلامت پایا خدا
 کا شکر کیا چٹ گود میں اٹھا لیا اور گلے لگا کر
 منہ جومتا ہوا لڑکی ما کے پاس لایا " -

اس کے برخلاف " تاریخ ہندوستان " کے مورخ مولوی ذکاء اللہ نے
 نورجہان کے پیدائشی واقعہ کو تاریخی اعتبار سے صحیح صحیح بیان کیا ہے -

(۱) " محمد خان شاہ خواسان کا وزیر تھا - اوس

کے مرنے کے بعد بیشتر شاہ (طما سب) کا وزیر ہوا -
 مگر اوس کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا مرزا غیاث
 زمانے کے ہاتھوں ایسا ننگ اور بے بس ہوا گھر
 سے معاش کی تلاش میں (معہ) اہل و عیال اس حال
 سے باہر نکلا کہ صرف ایک گائے تھی - جس پر
 حاملہ سوار تھی - ہندوستان کی طرف ایک قافلہ
 کے پیچھے ہو لیا جب قندھار کے قریب آیا تو اس

(۱) " تاریخ ہندوستان " فضل

مولوی ذکاء اللہ خان پروفیسر میسور کالج - الہ آباد

وقت مرزا نہایت مقیم تھا دو تین / فاقہ تھا ۔ اس
مصبت اور افت میں لڑکی پیدا ہوئی ۔ اس پر سامانی
میں جنگل میں بچہ کا پیدا ہونا ۔ اون ما باپ
جو ہمیشہ محل میں پیر پھیلا کر سوتے ہوں ۔ -
کسی مصیبت اور افت تھی ۔ بچہ لگے کر چلنا
کسا پہاڑ تھا ۔ اور سامان تو درکنار زچہ کے لئے
کھانے پینے کا سامان ہونا بھی دشوار تھا ۔
غرض رات بھر مان باپ روتے رہے ۔ باپ اپنی حالت
کو سوچا اور یوں خدا پر توکل کرو اوسکو یہی چھوڑ
دو ۔ ہر چند ما کی مامتا کب بچہ کو چھاتی سے
جدا ہونے دیتی تھی ۔ مگر جب کچھ بن نہ ائی تو
ما نے کلیجہ پر پتھر رکھ کر اپنے کلیجہ کے ٹکڑے
کو زمین پر رکھ دیا ۔ اور روتی ہوئی روانہ ہوئی
اب یہہ ایک رات جان جنگل میں پڑی روتی تھی ۔
کبھی اونگلیاں جوستی تھی ۔ - " -

" واقعات ہند " کے مورخ نے بتایا ہے کہ کالے سانپ نے بچہ کو
لپیٹ لیا تھا اور خواجہ اباز کے شور کرنے پر وہ علیحدہ ہٹ گیا ۔ اور اباز نے
بچہ کو اٹھایا ۔ یہ بات تاریخی حقیقت کے خلاف ہے ۔

جس طرح سے مولوی ذکاء اللہ نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے

اس کو عقل قبول کرتی ہے - اور اس میں تاریخی حقیقت بھی موجود ہے -

نور جہان کے باپ کا نام مرزا غیاث تھا - اباز نام بالکل غلط ہے -

مولوی ذکاء اللہ کی " تاریخ ہندوستان " کے چند واقعات کا

مقابلہ تاریخ دوسری کتابوں سے کیا ہے - اور تاریخی حقیقت کا اندازہ لگا ہے -

انکی تاریخ میں تاریخی حقیقت موجود ہے - انہوں نے مبالغہ آرائی سے کام

نہیں لیا ہے - ان تمام واقعات کو بڑی تفصیل سے لکھے ہیں - جو تاریخی

نقطہ نظر سے اہمیت رکھتے ہیں -

مولوی ذکاء اللہ بہت سادہ زبان لکھتے ہیں - اور شعوری

طور پر اس کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے مفہوم کا کوئی حصہ فکری الجھاؤ

یا بیان کی پیچیدگی کی نذر ہو کر محروم نگاہ نہ رہ جائے - چونکہ مولوی

ذکاء اللہ کے زمانے میں عوام مقفل اور مسجع عبارت کو پسند کرتے تھے - اور

ان میں خود اتنا مادہ نہیں تھا - اور نہ ہی ان کا رجحان اس طرف تھا -

کہ وہ اس قسم کی عبارت لکھ سکتے - یہ چیز واللہ وضع ہو جاتی ہے کہ مولوی

ذکاء اللہ کی طبیعت میں تکلف اور تصنع نہیں تھا - عبارت آرائی الکی شائستگی تھی -

مولوی ذکاء اللہ انشا پرداز ضرور تھے مگر انہوں نے انشا پردازی میں رنگینی

زبان کو نہیں اپنایا - ان کے یہاں سادگی اور ادبی رنگ کی آمیزش لگلی ملتی ہے

ان کے زمانے میں فارسی الفاظ کا استعمال بھی کیا جاتا تھا - انکی عبارت میں

فارسی الفاظ بھی کثرت سے موجود ہیں۔ مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ لکھنے میں سادہ اور خشک انداز تحریر اختیار نہیں کیا۔ انہوں نے بعض جگہ عبارت میں ایسا انداز تحریر اختیار کیا کہ عبارت میں ادبی خوبصورتی پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن مشکل اور دقیق الفاظ کا استعمال نہیں کیا ہے۔ مولوی ذکاء اللہ کے اسلوب کا اندازہ ان چند اقتسابات سے ہوتا ہے۔

(۱) " ایک جشن " میں ہمایون شریک ہوا۔ مطربوں

نے دایستان سرائی اور مغنیوں نے جادونوائی

(الف) کی طریفوں نے ظرافت کی رنگ آمیزی کی۔

ندیموں نے بذلہ گوئی کی کہ اہل مجلس کے

پیٹ میں ماریے ہنس کرے بل پڑ گئے۔ (معہ)

سالاروں نے اور صف اربابوں نے مبارکباد دی۔

طوائف اعظم داہائی و افاضل و موافق مراسم

تمنیت تعظیم ادا کی۔ (صفحہ ۱۱)

(ب) " بیگمات اپنے اپنے درجہ کے موافق باغ کی

ائین بندی کرین۔ امراء اور اعیال شہر کرین۔

غرض امراء نے بڑی دھوم دھام سے ائین بندی

کی۔ اور ارباب صنائع اور طوائف محترفہ نے ارانیں

دکان گری بازار میں نہایت مطابقت کیا۔

(ج) " سکندر ذوالقرنین ہمیشہ اپنی بزم سلطنت
 کے خاصوں سے کہا کرتے تھے - کہ ندیم
 اور بذلہ گو اور ہونے ہیں - اور ارکان دولت
 بزرگان درگاہ اور ہونے ہیں - اول کا کام یہ
 ہے کہ شاداب نکتہ اور نادر حکایت سے گو
جھٹی ہو وہ شگفتگی پیدا کرنے ہیں - چراغ
 طرب میں روغن ڈالتے ہیں - اور مشمال کو
 گزند دل شکنی کی حالت برقرار کرتے ہیں -
 عروس نشاط کو شگرف گاری سے اراستہ رکھتے ہیں
 اور دم بذلہ دست و بازو کے ہونے ہیں - سارا
 مقصد ان کا یہ ہوتا ہے - کہ فساد عالم کا
 علاج کریں - شکستہ کارون تویاک اور زمانہ کے
کہنی زخمون کے مرہم نین زبان سے وہ بات
 کہیں کہ پراگندگی زمانہ دور ہو - کار مرہم شدہ
 فراہم ہو جہان میں اسودگی بڑھے شادمانی
 ایمنی کے ساتھ ہمدوش ہو - اگر خریدار اس کا
 نایاب ہو تو خموشی و نیک اندیشی سے جارہ کار
 کریں بارگاہ دولت کو جو اسب پہنوجنا ہے -

زیادہ تر اس سبب یہی ہوتا ہے ۔

(صفحہ ۱۳۰)

(د) تو میرا بھائی ہو کر بھی کب تک ناپاس
 رہیگا اور باجی ہمیشہ کی صحبت اپنا
 نقصان کریگا ۔ ان مگس طنتوں کی باتوں
 پر کان نہ لگا اور اندیشہ درست دل
 شیان و اعتقاد شائستہ و خاطر ابدوار
 لئے کر مرے پاس چلا کہ ایٹھ زندگی
 تیری عزت و ابرو سے بسر ہو نیک نامی ہو
 دنیا اور عقبیٰ درست ہو اگر اپنی بندگی
 اور بد کاری کے سبب سے ہمارے پاس نہیں
 آتا اور خوف کے مارے ہماری خدمت گاری پر
 دل نہاد نہیں ہوتا تو ہماری بخشیشیں
 نمائش مشہور ہے ۔ سب نزدیک دور کو اس
 کا یقین ہے ۔

(صفحہ ۱۳۵)

تاریخ ہندوستان - جلد پنجم - ۵ - صفحہ - الف - ۱۱ (ب - ۱۰)
 (ج) - ۱۳۰ - (د - ۱۳۵) - شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خان -
 پروفیسر - میسر کالج - الہ آباد - باہتمام مقد غنی خان شروانی -

مولوی ذکاء اللہ کی تاریخی خدمات ہندوستان کی تاریخ نویسی

میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انیسویں صدی کے دورِ آخر اور بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں سیاسی اور معاشرتی بالخصوص علمی اعتبار سے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط سے پیدا ہونے والے گوناگون مسائل سے متاثر رہی ہیں۔

یہ وہ دور ہے جس میں فارسی زبان کا اقتدار پوری طرح ^{مؤثر} پذیر نہیں ہوا تھا۔ لیکن عام بول چال اور کاروائی میں اردو کے علاوہ انگریزی زبان کا عمل دخل شروع ہو گیا تھا۔ حکومتِ انگلستان کی لسانی حکومتِ علمی انگریزی زبان کا ہندوستان میں اہستہ اہستہ فروغ دینے کے حق میں فیصلہ کر چکی تھی۔ ^{اہل} تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی زبان لکھنے اور بولنے اور انگریزی کتابوں سے استفادہ کرنے کی طرف بلا تعصب مائل ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں انگریزی تعلیم کی ابتدا ۱۸۱۳ء میں ہوئی جبکہ حکومت نے بنگال میں ایک لاکھ روپیہ ہندوستانیوں کی تعلیم کے لئے منظور کیا۔ ۱۸۱۶ء سے یکے بعد دیگرے کئی مدارس کھولے گئے جن میں انگریزی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ۱۸۲۵ء میں انگریزی زبان ذریعہ تعلیم قرار دی گئی۔ ہندوستان کی ریاستوں سے بالخصوص حیدرآباد اور لکھنؤ کے سفرا لندن بھیجے جاتے تو وہاں انگریزی اور فرانسیسی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا وقت نکالتے تھے۔ ان میں چند علماء نے انگریزی اور فرانسیسی کتابوں کا

مطالعہ کر کے ہندوستان میں جدید ہیئت ریاضات اور علم الحل پر فارسی میں کتابیں لکھی اور کچھ ترجمہ بھی کیا ہے^(۱)

(۲) شام کثیر تعداد علماء کی ایسی تھی جو انگریزی

زبان لکھنے اور علوم فرنگی حاصل کرنے کو مذہبی استقامت حب الوطنی اور معاشرتی یکسانیت کے لئے خطرناک سمجھتے تھے۔

مولوی ذکاء اللہ اپنے دور کے ان گئے جنے روشن

خیال عالموں میں تھے جو حصول علم کے سلسلے میں کسی تعصب کو روا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے کھلے دل سے انگریزی زبان کو سیکھنے اور جدید علوم کے حاصل کرنے کی حمایت کی ان کی اپنی لیاقت ان مختلف حوالوں سے متوشح ہوئی ہے۔ جو تاریخ ہندوستان میں جا بجا ملتے ہیں۔ بالخصوص جلد اول میں کئی جگہ فلسفہ تاریخ اور تاریخ کے ذیل میں کی گئی ہے۔
مندرجہ ذیل بحث قابل غور ہے۔

(۱) مثلاً فوائد الالکاری اعمال لوجار ۱۸۶۳ء نواب دبیر الدولہ فرید الدین

جو سر سید کے نانا تھے۔ انگریزی سے فارسی میں لکھی گئی۔

(۲) ملاحظہ ہو سی۔ ایف اینڈ ریوز منشی ذکاء اللہ دہلوی۔

(۱) " اب تک میں نے علم تاریخ کے منفی و مقاصد و مفاد اور

مورخ کے فرائض شرقی خیالات کے موافق بیان کئے ہیں ۔

اب میں انہی باتوں کو مغربی خیالات کے ^{حرف} موافقت میں بیان

کرتا ہوں ۔ انگریزی نقطہ ہنس ثوری ہے جس کا ترجمہ

اردو زبان میں تاریخ کہا جاتا ہے ۔۔۔ یہ ترجمہ گروصل

انگریزی معنی کا حق پورا نہیں کرتا پھر بھی تاریخ کا

لفظ قریب المعنی اصل انگریزی کا ہے ۔ "

اسی عبارت کو اگے چل کر یونانی مورخ ہیروڈوٹس کا ذکر کرتے ہیں ۔

(۲) لارڈ بیکن انگلستان کا بڑا نامور حکم و ^{عالم} تجہر

بے مثال گھڑا ہے ۔ وہ شاعری اور فلسفہ پر علم تاریخ

کی فضیلت کو اس طرح بیان کرتا ہے ۔ "

(۳) ہماری معماری جس کی وجہ سے ہم مکان میں رہتے ہیں

پیدا ہوئی ۔ اس دن کے واقعات کی رشد ار جڑیں کان

مسوس اور ترسم جیٹمس مدھومل لین اور ٹریپ طول کی

خاک میں پاؤں گئے اور انکی بیخ کلان تمہیں اپنے بابا آدم

کے اور امان حوا کی جنگاری میں دیکھو گئے ۔"

(۱) تاریخ ہندوستان ۔ جلد اول ۔ صفحہ --- ۳۰ ۔ مولوی ذکاء اللہ دہلوی ۔

(۲) صفحہ --- ۳۰ ۔ غالباً راجو بیکن جو فرانسیسی کا دادا تھا ۔

(۳) صفحہ --- ۳۲ ۔ دونوں انگلستان کے مشہور عالمون میں شمار

مولوی ذکاء اللہ کا دور ہندوستان کے علماء بالخصوص انگریزی
 دان طبقے کے لئے ذہین کشمکش اور جذباتی بحران کا دور تھا۔ ایک طرف
 پوری علم و فنون کی چکا چونڈ نے ان کے دل و دماغ کو مسحور کر لیا تھا۔
 اور قدیم یونانی فلسفے اور سائنس کے نظریات جن کی بنیاد منطقی طریقہ استدلال
 پر رکھی ہوئی تھی۔ کوبرنیکس۔ گلیلیگو کینپر۔ نیٹون ڈیکارٹس۔ خیریدے اور
 ڈارون کی حیرت انگیز تحقیقات اور انکشافات کے سامنے چکنا چور ہوتے جا رہے تھے
 دوسری طرف انگریزوں کا بڑھتا ہوا اقتدار اور مغلیہ بادشاہوں
 کی بے بسی جن کی سلطنت کی بڑھتی ہوئی شام کے آگے تیزی سے سمٹی ہوئی
 دن کی روشنی کی طرح محض وجود کا ایک شائبہ بن کر رہ گئی تھی۔ ان
 بیدار مغز لوگوں کے دلوں میں ایک مستقل خلیش کا سبب بنی ہوئی تھی۔

(۱) سی۔ ایف اینڈ ریز۔ پروفیسر رام چندر کے حوالے سے لکھتے ہیں قدیم
 فلسفہ کے اصول جو عربی کے ذریعہ پڑھائے جاتے تھے۔ وہ جدید سائنس
 کے زیادہ معقول تجرباتی نظریوں کے سامنے ہیج ہو گئے۔ مثال کے طور پر
 قدیم اصول اس کائنات کا ایسا مرکز ہے۔ جو اپنی جگہ پر قائم ہے۔ دہلی
 کالج کے مشرقی انگریزی شعبوں کی (علی) جماعتوں کے طلباء کے لئے ایک مذاق
 کی چیز بن گیا۔

حصول علم کی لگن اور حب الوطنی کے تقاضوں کے مابین مصالحت کی ایک بے پناہ کاوش ان کے لائحہ عمل کے تعین میں ایک بڑی رکاوٹ بن گئی تھی۔ سوال یہ تھا کہ ملک و قوم کی بہبود کی خاطر کسی حد تک انگریزی حکمرانوں کا تعاون کیا جا سکتا ہے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے۔ جو اس بات کے حق میں تھے کہ ان کے علوم و فنون سے مستفید ہونے کے لئے ان کے اقتدار کو پروان چڑھنے دیا جائے۔ اور بات مصلحتاً بھی مناسب معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ غیر ملکی اقتدار نہ صرف یہ کہ حقیقت بن چکا تھا۔ بلکہ اس کے پنجے ہندوستان کی سر زمین میں اس طرح پیوست ہو چکے تھے۔ کہ فی الوقت ان کے تسلط کے اعتراف کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ دور بین علی اور سائنس رہبروں کا خیا خیال ان کے صائب رائے کی دلیل تھی۔ کہ ملک کی پہلی آزادی کی پہلی شرط قوم کی تعلیمی ترقی سے مربوط ہے۔ ان لوگوں میں سر سید اور ان کے رفقاء کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔ چنانچہ غداری کا الزام برداشت کرتے ہوئے۔ انہوں نے آزادی ملک کے مسئلہ کو ایک ایسے مستقبل کے لئے اٹھائے رکھنا مناسب سمجھا۔ جب قوم کے دست بازو غیر ملکی حکومت کے سیاسی اور اقتصادی جواز کو تھیمس نہیں کرنے کے قابل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے بے ڈھڑک انگریزی سے تعاون کیا ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں سر سید کے موقف سے دنیا واقف ہے۔

دوسری طرف وہ لوگ تھے جو تشدد کے ذریعہ انگریزوں کی حکومت کا تختہ الٹنے کے امکان پر یقین رکھتے تھے۔ "دہلی کے مجاہد شعرا" میں مولانا امداد صابری نے اردو کے ایسے شاعروں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ جو انگریزوں کے ہندوستان میں اقتدار کے خلاف تھے۔ اس موضوع پر بعض اور کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جیسے دہلی میں جنرل نجف خان۔ (نہر) شکوہ آبادی۔ مولانا فضل حق خیر آبادی۔ امام بخش صہبائی۔ شاہ اسماعیل شہید۔ مولانا جعفر تھانوی اور قوق ابن ابراہیم زرق محمد اسماعیل وغیرہ کے نام اترے ہیں۔ انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کی ملک گری (۱۸۵۷ء) میں حصہ لینے والوں کی فہرست کافی طویل ہے۔ علاوہ سیاسی رہنماؤں اور والیوں ریاست کا ایک بڑا طبقہ ان پڑھے لکھے صاحب قلم مصنفوں اور صحافیوں کا تھا۔ جنہوں نے اپنی علمی سرگرمیوں کو جاری رکھتے ہوئے بھی غیر ملکی حکومت کا تختہ الٹنے اور بہادر شاہ ظفر کی سرکردگی میں مغلیہ خاندان کی حکومت کو مقصد حیات بنا لیا تھا۔ سیاسی اور علمی حلقوں میں پہلی قسم کے سیاسی رہنماؤں اور روشن خیال عالموں کے زمرے میں سر سید اور ان کے رفقاء کار مثلاً محسن الملک۔ نواب وقار الملک ان کے علاوہ مولوی نذیر احمد۔ محمد حسین آزاد۔ مولوی ذکاء اللہ اور ان کے علاوہ بعد اترے والے مولانا حالی۔ اکبر الہ آبادی وغیرہ کے نام سر فہرست آتے ہیں۔ ان لوگوں کے خیال میں انگریزوں کو بغاوت کے (۱۸۵۷ء) ملک سے نکال دینے کی کوشش قبل از وقت معلوم ہوتی تھی۔

۱۸۵۷ء کی شورش کو جس کامیابی سے دبایا گیا - اور اس کے

بعد جس بے دردی سے بغاوت کے رہ نماؤں بالخصوص خاندان مغلیہ کے شہزادوں

سے سلوک کیا گیا - کوئی اخلاقی توازن پر تولنے والی بات نہیں ہے - جنگ

اقوام اور سیاسی تصادم میں کمزور کا شکست فاش پانا اور ایک طاقتور کا غالب انا

قدرتی بات تھی - تاریخ کے مسلمہ اصول قوموں کے عروج و زوال میں ہر زمانے

میں ایک ہی طرح کارفرما رہے ہیں - باشعور ذہینوں کے ~~تخصیص~~ ^{تجربہ} اور

تجربات میں تاریخ کی رفتار اور قوموں کے سیاسی ارتقاء کا معیار تاریخ کے ہی

اصول کرتے ہیں مولوی ذکاء اللہ ان حقائق سے خاطر خواہ واقف نہ ہوتے تو

ان کی حب الوطنی کا تقاضہ یہی تھا کہ بغاوت میں برابر کے شریک ہوتے -

اگر انہوں نے اس مسئلہ پر سر سید کی طرح انگریزوں کے ساتھ تعاون نہیں

کیا تو ان کی مخالفت بھی نہیں کی - جس کے نتیجہ میں وہی الزامات جو

سر سید کے نام لگائے گئے تھے - ان کے سر بھی تھوپے گئے -

مولوی ذکاء اللہ کا ~~موت~~ ^{موقف} ان دونوں سے مختلف تھا - اس

سلسلہ میں بسا اوقات ان کی گفتگو سے - ایف اینڈ ریوز سے ہوئی تھی -

مسٹر اینڈ ریوز ایک نیک اور سچے عیسائی تھے - اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں -

سامراجیت اور قوموں کے استحصال کو برا جانتے تھے وہ ہندوستان میں انگریزوں

کے مستقل اقتدار کے مخالفین میں تھے - اس سلسلہ میں مولوی ذکاء اللہ اکثر

تبادلہ خیال کرتے تھے - وہ لکھتے ہیں کچھ مسائل پر ان کے اور مولوی

ذکاء اللہ کے درمیان اختلاف تھا ۔ ہندوستان میں انگریزوں کے مستقبل کا مسئلہ ان میں سب سے اہم تھا ۔ مسٹر سی ایف اینڈ ریز کا خیال تھا کہ انگریزی حکومت کا بالآخر ختم ہونا ضروری ہے ۔ اور ایک نہ ایک دن انگریزوں کو ہندوستان چھوڑ کر جانا پڑے گا ۔ مولوی ذکاء اللہ کا خیال ان سے بالکل مختلف تھا ۔ وہ سمجھتے تھے کہ انگریزوں کا ہندوستان میں قیام ایک مستقل صورت اختیار کرے گا ۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ان کے پاس تاریخ کے سیدھے سادھے شواہد بھی موجود تھے ۔ ہندوستان کے اصلی باشندے مثلاً ہندو تھے ان کے بعد یہاں جس طرح مسلمان آئے اور اپنا اقتدار قائم کیا ۔ اور ہندوستان قوم ہی کا ایک جزو بن کر رہ گئے ۔ اسی طرح سے انگریز بھی کچھ عرصے بعد اس پر بس جائیں گے ۔ اور ہندوستان کا ایک حصہ بن جائیں گے ۔

اس سلسلہ میں سی ۔ ایف ۔ اینڈ ریز اور منشی ذکاء اللہ کی مندرجہ ذیل گفتگو قابل غور ہے۔۔

" مسٹر اینڈ ریز کے اس سوال پر کہ مستقبل سے آپ کی کیا مراد ہے ۔ منشی ذکاء اللہ نے کہا تھا ۔ ہمارے کام یکساں نہیں ہیں ۔

ملک میں صرف اس وقت امن و امان ہو سکتا

(1)

ہے جب وہ تینوں کی خدمات سے فائدہ اٹھائے

۵۴

(۱) ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالو جیسا کہ
 تم جانتے ہو۔ یہ میرا خاص مضمون رہا
 ہے سب سے پہلے ہندوستان میں صرف
 ہندو تھے۔ اور ایک وقت متعینہ تک یہاں
 امن و تہذیب کی جلوہ گری رہی۔ لیکن
 اس کے بعد نفاق اور تنزل کا دور ا پہنچا۔
 بعد کو خدا نے مسلمانوں کو بھیجا۔ شروع
 شروع میں کچھ خون ریزی اور لڑائی ہوئی

(۱) تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی

از سی۔ ایف اینڈ ریزر

ترجمہ ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے۔ صفحہ ----- ۱۶۹ تا ۱۶۲

(۲) مولوی ذکاء اللہ کی مراد برہمنوں سے ہین۔ وہ ہندوستان میں
 بسنے والی تمام قوموں کو جو ہندو مذہب کی ماننے والی تھیں۔
 یا ہندوستان میں پیدا ہونے والے کسی مذہب کو مانتی تھیں۔
 مجموعی طور سے ہندو کی الصلح پکارنے ہیں۔

پھر اس کے بعد امن تہذیب کا ایک دوسرا
 عظیم الشان دور آیا - اور پھر یہاں نفاق و
 تنزل مسلط ہو گئے - اس کے بعد خدا نے
 انگریزوں کو بھیجا - پھر ایک مرتبہ کچھ خون
 ریزی اور جنگ ہوئی اور اب وقت سے پھر
 امن و تہذیب کا زبردست دور آیا ہے - یہ
 ممکن ہے کہ اپنی باری پر تمہاری طاقت کو بھی
 زوال آ جائے - اور وہ بھی بربادی سے ہمکنار
 ہو جائے - لیکن پھر بھی ہندوستان میں تمہارا
 نام باقی رہے گا - اس لئے کہ جس طرح سے
 ہم مسلمان بڑھتے بڑھتے ہندوستان کا جزو بن
 گئے ہیں اسی طرح تم بھی بن سکتے ہو -
 یہ سب کچھ خدا کی مرضی پر موقوف ہے -
 وہ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے -

ظاہر ہے کہ ان کا نظریہ تاریخ کی نظر پر مبنی تھا - انگریزوں کے اقتدار
 کی بنیادی نوعیت مسلمانوں کے تسلط سے بالکل مختلف تھی -

بابر ہندوستان فاتح کی حیثیت سے آیا ۔ اور ہندوستان
 ہی کو اپنا مسکن بنایا ۔ اس کے ساتھ اپنے والے امراء علماء اور لشکری سپاہی
 پر ہی (اسے) بس گئے ۔ برخلاف اس کے انگریزوں کی حکومت آخر تک حکومت برطانیہ
 کی طرح رہی ۔ انگریزوں نے ہندوستان پر اپنا سیاسی اقتدار برقرار رکھنے ہی
 التفاح کیا ۔ اور علاء الدین خلجی کی اس پالیسی کی طرح جو اس نے دکن
 ریاستوں کے بارے میں رکھی تھی ۔ ملک کے اقتصادی استحصال ہی کو اپنا مقصد
 بنایا وہ ہمیشہ انگلستان ہی کے باشندے رہے ۔ (حکومت کے بڑے افسران انگلستان
 سے مقرر کئے جاتے تھے ۔ اور وہی واپس ہو جاتے تھے ۔ چنانچہ ہندوستان
 کو اپنا وطن بنانے ۔ اور یہی پر رس بس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا ۔
 سامراجیت کی یہ شکل قدرتی طور سے ہمیشہ برقرار رہنے والی نہیں تھی ۔
 اور وقت آنے پر ان کا ہندوستان چھوڑ کر چلے جانا لازمی تھا ۔ اس کی بہترین
 مثال خود ہندوستان کی تاریخ میں موجود ہے ۔ بابر اور انگریزوں کی حکومت

(۱) جیسا کہ تم (مسٹر اینڈ ریوز) جانتے ہو "مجھے ہندوستان سے اتنی

ہی محبت ہے ۔ جتنی ایک بیٹے کو اپنی ماں سے ہوسکتی ہے "

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی (از سی ۔ ایف ۔ اینڈ ریوز)

ترجمہ ضیاء الدین احمد برنی ۔

وہی بنیادی فرق تھا - جو بابر اور محمود غزنی کے سیاسی اقتدار میں تھا - انگریزوں کی طرح محمود غزنی نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن بنانے کے بجائے اسے مال و دولت کی وصولیابی کا ذریعہ بنائے رکھا - اور نتیجے میں اس کے بعد غزنویوں کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا - مولوی ذکاء اللہ اپنی بسیط تاریخی علمیت کے باوجود اس حقیقت سے آگاہ نہ تھے - چنانچہ انہوں نے انگریزوں کے تسلط کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کا خیر مقدم کیا - نہ صرف یہ بلکہ ان کے سیاسی استحکام کو ملک کے لئے باعث برکت سمجھتے رہے ان کے خیال میں ہندوستان میں جدید علوم و فنون کی ترویج کے لئے انگریزی حکومت کا برقرار رہنا ضروری تھا -

مولوی ذکاء اللہ ایک قوم پرست کی حیثیت سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات ایک مستقل خلیش کی طرح مولوی ذکاء اللہ کے دل میں کھٹکتی رہتی تھی - وہ نہہ دل سے ان کے اپس اتحاد کے خواہان تھے - فرقہ پرستی - مذہبی اختلافات اور ان کی بنیاد پر منافرت یا خانہ جنگی کو ملک و قوم کی بہبود کے لئے سب سے بڑا قاتل جانتے تھے - ان کا خیال تھا کہ یہ اختلافات کبھی دور ہونے والے نہیں ہیں - لیکن ان میں ایک توازن ممکن ہے - اور یہ توازن انگریزوں کی موجودگی ہی سے پیدا ہو سکتا ہے چنانچہ مسٹر اینڈ ریفر مولوی ذکاء اللہ کی گفتگو قلمبند کرتے ہوئے

لکھتے ہیں -

" میری جتنی عمر ہوئی جاتی ہے اور وہ

(۱) یہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کا باہمی اختلافات

اس قدر شدید ہے کہ ان میں کوئی مستقبل

اتحاد نہیں ہو سکتا - اس لئے ہمیں ایک

توازن رکھنے والی طاقت ضرورت رہے گی یہی

وجہ ہے کہ خدا کی مرضی یہی تھی کہ

منلیہ دور کے زوال کے بعد انگریز (فرما رواں) کی

حیثیت سے اس ملک میں ائین -

اس حقیقت کو جاننے کے لئے کہ انگریزی سامراج کا مفاد اس توازن کو برقرار رکھنے

کے بجائے اس کو توڑنے اور فرقہ واریت کو پروان چڑھانے ہی میں ہے غالباً ابھی

کافی وقت درکار تھا - اور مولوی ذکاء اللہ بھی سامراجیت کے ان ہتھیاروں کی

کاٹ سے ابھی واقف نہ تھے - مسٹر اینڈ ریز نے اس کی وضاحت بھی کی -

"

تذکرہ

مولوی ذکاء اللہ خان دہلوی

از سی - ایف اینڈ ریز

ترجمہ - ضیاء الدین احمد برنی - پبلیشر کراچی نمبر ۱ - ۲۰ اپریل ۱۹۵۲ء

" کیا ہندوستان میں درمیانی طاقت کا وجود
 لڑائی کے جذبہ کو اور زیادہ نہیں بڑھتا
 دیتا کیا دونوں قوموں کا یہ فرض نہیں کہ
 وہ کسی بیرونی بارش کے بغیر اپنے اختلافات
 دور کرنا سیکھ لیں "

لیکن مولوی ذکاء اللہ کی سادہ مزاحی - نیکی انسان کی بنیادی طور پر نیک
 ہونے کے یقین نے انہیں (سایت) کی ان ظالمانہ حقیقتوں سے آگاہ نہیں ہونے
 دیا جن کی طرف مسٹر اینڈ ریوز نے بار بار ان کی توجہ دلائی وہ باصرار
 یہی کہتے رہے -

(۱) " میرے تجویز نے مجھے بتا دیا ہے کہ
 ہندوستان میں انگریزوں کے لئے بھی گجائش
 ہے بقیہ اس طرح جس طرح مسلمانوں اور
 ہندوؤں کے لئے تمہیں ہندوستان میں ایک

(۱) تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی

صفحہ ----- ۱۶۱

از سی - ایف - اینڈ ریوز - ترجمہ ضیاء الدین احمد برنی

نوع کا مستقبل حاصل کرنا ہے ہم مسلمانوں کو
ایک دوسری نوع کا مستقبل حاصل کرنا ہے اور
ہندوؤں کو بالکل تیسری نوع کا مستقبل حاصل کرنا
ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ انگریز ہمیشہ حاکمون
ہی کی پوزیشن میں رہی۔ لیکن یہاں پر تینوں
کی ضرورت ہے۔ اور تینوں کی قیمتی قسمیں اس
ملک کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں۔

مولوی ذکاء اللہ کے اس خیال سے ان کے بعد بھی بعض لوگ

اتفاق کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔

(۲) "اپنی تاریخ ہندوستان" کے پہلے ایڈیشن

میں ذکاء اللہ نے مغلیہ شہنشاہ بہادر شاہ

کے دربار کا ذکر ذرا سخت الفاظ میں کیا ہے۔

لیکن بعد میں انہوں نے ذاتی طور پر معذرت

(۲) تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی

صفحہ ----- ۲۸ تا ۲۹

از سی۔ ایف۔ اینڈ ریوز۔ ترجمہ ضیاء الدین احمد برنی

جاہ لی تھی ۔ وہ کہا کرتے تھے ۔ کہ اس
 کی اشاعت کے بعد وہ بادشاہ کے قدیم گھرانے
 کے کسی فرد سے خود سے اپنے لکھے پر دلی
 شرم کا احساس کے بغیر نہیں مل سکتے تھے ۔
 مگر وہ یہ کہہ کر اسے حق بجانب ٹھہراتے تھے
 کہ مورخ کی حیثیت سے وہ ایسا لکھنے پر مجبور
 تھا ۔ اور تاریخ کا فن ایسا ہے کہ وہ کسی کے
 ساتھ رو رعایت کرنے کی اجازت نہیں دیتا ۔ بلکہ
 اس کا مقاضی ہے کہ صرف سچائی کا اظہار کیا
 جائے ۔ "

مولوی ذکاء اللہ کا یہ تاریخی ادبی کارنامہ دنیا میں عظیم اہمیت
 رکھتا ہے ۔ لیکن ان کا کارنامہ وقت کے ساتھ طاق نسیان ہو گیا ۔ " تاریخ
 ہندوستان " کو اردو زبان میں لکھا تھا ۔ ان کا خیال تھا کہ جدید علوم کے
 ساتھ ہی ساتھ اردو زبان بھی ترقی کرے ۔ اس کا نتیجہ اس کے برخلاف نکلا ۔
 کیونکہ انے والی انگریزی زبان نے یہاں کی قوم پر اپنا اثر بڑی تیز رفتاری سے کھ
 کیا ۔ اور کچھ عرصہ میں بام عروج پر پہنچ گئی جس کی وجہ سے مولوی ذکاء اللہ کا
 اتنا بڑا تاریخی کام دب کر رہ گیا ۔ لوگ ان کے کام سے استفادہ حاصل نہ
 کر سکے ۔ لوگ ان کے ادبی کام سے کم واقف ہیں ۔

باب چہارم

سوانح عمری

(۱) سوانح عمری حاجی محمد سمیع الدین خان -

(۲) سوانح عمری جنابہ ملکہ وکٹوریہ ہند -

ابتدا سے انسان کا ایک دوسرے سے تعلق اور سماج سے

گہرا رشتہ ہے ۔ اس لئے انسان کو سماجی جانور کہا گیا ہے ۔ (

Man is a Social Animal) یہ انسان کی فطرت ہے کہ دوسروں کے حالات

زندگی کے واقعات کو ہمہ تن گوش سنتا ہے ۔ اور انکی وجہ سے اپنے اندر

ایک نئی روح کا عمل محسوس کرتا ہے ۔ دوسروں کے راز معلوم کرنے کا جذبہ

انسان کے اندر ہمیشہ کروٹیں لیتا رہتا ہے ۔ انسان کو جس قدر اپنی ذات

سے دلچسپی ہوتی ہے اس سے کم وبیش دلچسپی وہ دوسروں کے حالات میں

لیتا ہے ۔ (قصید) ۔ کہانیاں اور گیت نسل در نسل سنتا چلا آیا ہے ۔ رجنہ

اشعار ۔ مرثیہ اور قصیدہ اسی سلسلے کی ترقی یافتہ کڑیاں ہیں ۔ اس کے

بعد تحریری سوانح عمریاں جنم لیتی ہیں ۔

تاریخی اعتبار سے سوانح نگاری کی ابتدا یہودیوں سے ہوتی

ہے ۔ انھوں نے قدیم زمانے کے حالات زندگی کو جمع کیا اس کے بعد سوانح

عمری کا رواج اہل روم کے ہاں وجود میں آیا ۔

جدید تحقیق کے مطابق سب سے پہلی سوانح عمری پلوٹارک نے

دوسری صدی عیسوی میں لکھی MEMOIRS of SOCRATES عیسائیوں کے

مذہبی ادب میں ان کے رہنماؤں ۔ بزرگوں اور شہیدوں کے حالات زندگی ملتے

ہیں ۔ ہو سکتا ہے خیال اسمانی کتابوں کے ذریعہ ان کے ذہن میں پیدا ہوا

ہو ۔ ان اسمانی کتابوں میں فلسفہ اخلاق کے علاوہ شخصی حالات اور قوم

کے واقعات بہ تفصیل موجود ہیں۔ جسے قرآن مجیدؐ حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر موجود ہے۔ انسائیکلو پیڈیا یل برٹیکا LESTICSTEPHEN کا کہنا ہے۔ کہ تاریخ اور سوانح عمری الگ صنف ادب ہے۔ وہی سوانح عمری کامیاب کہی جا سکتی ہے۔ جس میں ہر مزاج اور زمانے کے لوگوں کے اعتبار سے دلچسپی موجود ہو۔ لیکن اس فن کا چاہرے نازک ہی سمی سائنس سے بھی تعلق ہے جو تلوار کی دھار سے تیز اور باریک ہے۔ اس میں فنکار کی معمولی سی کنویری اس کے حق کو پامال کر دیتی ہے۔ سوانح نگار کو بڑے صبر کے ساتھ پابندیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کو شاعر۔ ناول نگار اور مصور کی طرح سے آزادی حاصل نہیں ہے۔ اس کو سچائی اور دیانت داری سے کام لینا پڑتا ہے۔

سوانح نگار کو اتنی اجازت ہوتی ہے کہ وہ خود اپنی شخصیت اور انفرادیت کو شامل کرے یہ اس کے طرز تحریر پر منحصر ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سوانح نگار کا مطالعہ اور معلومات وسیع ہوں۔ لیکن ان وسیع معلومات کو اتنی تفصیل سے بیان نہیں کرنا چاہیئے کہ پڑھنے والے کو دقت محسوس ہو۔ بلکہ اس کو ان میں سے چند مناسب واقعات کو انتخاب کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ASPCET of BIOGRAPHY کے مصنف MERGVIS کا خیال ہے۔

⑦ " غرض سوانح نگاری کسب فرد واحد کی شخصیت

کو منظر عام پر اس طرح لانے کا نام ہے کہ اس کی فطرت اور سیرت کا کوئی پہلو پوشیدہ نہ رہے"

سوانح نگار کو چاہیئے کہ ہیرو کے تمام محاسن اور مہائب کو پوری آزادی سے بیان کرے اس میں کوئی کمی و زیادتی نہیں کرنی چاہیئے اس کے ساتھ ساتھ اس کو اپنے جذبات کو غیر جانبداری سے شامل کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر سوانح نگار میں یہ صلاحیت موجود نہیں ہے تو اس کو یہ کام چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ جانسن کا خیال ہے۔

⑦ اردو ادب میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء

انسہ الطاف فاطمہ ایم۔ اے

صفحہ ۱۹۔۔۔۔۔۔۔۔

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس اردو بازار دہلی نمبر ۶

پہلا ایڈیشن مئی ۱۹۷۲ء

(۲)

(۱) "WHEN IT IS PAINFUL TO TELL THE TRUTH THE STORY MUST NOT BE TOLD,"

199

بعض لوگوں کا خیال ہے ان واقعات و حالات کو منظر عام پر

نہیں لانا چاہیئے کہ جن کے لئے ہیرو نے خود پر دبا بوشی کی ہو۔ ایک

ایماندار سوانح نگار کا ان کے تمام اچھے اور برے اعمال کو پوری کوشش سے

ظاہر کرنا چاہیئے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اپنے فن کا پورا حق ادا

نہیں کرتا ہے۔ وہ سوانح عمری پر کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ جس میں

سوانح نگار کو اپنی شخصیت اور طرز تحویر کی آزادی نہ ہو۔ دوسرے علمی

موضوعات کے سوانح نگار کو اپنی شخصیت اور اسلوب کی اجازت ہوتی ہے۔

سوانح نگاری نے ارث کے وجود کو مان لیا ہے۔ سوانح نگار کو اس بات کا

خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کے موضوع اور مواد دونوں میں جذبہ

احساس موجود ہو کہ جس سے اس کے تاثر کی شدت سے اثر پیدا ہو جائے

اور پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ احساس کی یہ شدت بغیر

جذبات کے پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔

سوانح نگار کو ناول نگاری کی طرح سے جذبہ اظہار کی

اجازت نہیں ہوتی۔ سوانح نگار کا فرض ہے کہ وہ ہیرو سے کتنی بھی عقیدت

کیون نہ رکھتا ہو وہ اپنی طرف سے کوئی دلائل اس کے حق میں پیش نہیں

کر سکتا۔ اس کو وہ ہی کہنا ہو گا جو اس نے دیکھا ہے۔

اردو ادب۔۔۔ میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء

(۱)

"بظاہر یہ بات صاف ہو گئی کہ ناول نگار

کی طرح سوانح نگار کو بھی اظہار جذبہ

کی اجازت ہوتی ہے۔ لیکن یہی وہ منزل

اور راستہ ہے جس کو ہم تلوار کی دھار سے

زیادہ باریک اور تیز کہتے ہیں۔ جذبہ کو

پیش کرنے کا نیا نیا سائنٹیفک انداز سے سوانح

عمری کو ناول سے علحیدہ کرنا ہے۔"

تاریخ نگاری اور فن سوانح نگاری میں جو فرق پیدا کیا گیا ہے۔ یہ

زمانہ جدیدہ کی دین ہے۔ اس سے قبل ان دونوں میں کوئی فرق نہیں

کیا گیا۔ پلوٹارک نے بھی کوئی رائے نہیں دی کہ فن سوانح نگاری اور

تاریخ نگاری الگ الگ صنف ادب ہیں۔

انگریزی ادب میں جدید سوانح نگاری کا رواج اٹھارویں صدی تک

نہیں ملتا۔ اس سے پیشتر کی سوانح نگاری میں مختلف رجحانات اور نظریات

ملتے ہیں۔ اس حلقہ کے ماننے والے مصنفین ولیم روبر۔ جارج کیونڈش۔

ٹامس سپراٹ اور جان ڈرائیڈن ہیں۔ ان سوانح نگاروں کا نظریہ قدیم سوانح

نگاری کا ہے۔ جو جدید نظریہ سوانح نگاری سے مختلف تھا۔ ان کا انداز

تحریر مزاحیہ ہوتا تھا۔ یہ وفاداری اور جانبداری سے کام لیتے تھے۔

اردو ادب میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء۔۔۔ انسہ الطاف فاطمہ۔

صفحہ۔۔۔ ۲۵۔ اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس۔ اردو بازار دہلی نمبر ۲

پہلا ایڈیشن مئی ۱۹۷۲ء

ولیم روبر کی لکھی ہوئی تصنیف ٹامس موزینگ کی جذباتی انداز میں تھی - اس میں کمزوریوں کا نام نشان نہیں ملتا - اس سے ان کی کتاب میں تشنگی ملتی ہے - اس حلقہ کے تمام مصنفین نے ضرورت سے زیادہ پردہ پوشی کی ہے - ولیم روبر کا نظریہ سوانح نگاری جدید نظریہ سے مختلف ہے انھوں نے فن سوانح نگاری کا گلا گھونٹ دیا تھا - GRAVILLE FULKE اور بشپ اسپرٹ بھی اس نظریے کے قائل تھے - FULKE کی تصنیف سرفلپ سڈی بھی جانبداری اور عقیدت کا بہترین نمونہ ہے - پسین بھی جذبہ عقیدت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا - اس نے اپنی سوانح عمری *LIFE AND LETTERS OF GRAY* اسی انداز میں تحریر کی جو انگریزی ادب میں سنٹ میل کی حیثیت رکھتی ہے - یہ تیرھویں صدی کے اٹزک والٹن ہی سے متاثر ہو کر لکھی تھی -

بومول نے بھی شدت احترام اور جذبہ عقیدت سے اس سوانح عمری *LIFE OF DR. JOHNSON* کو لکھا - انیسویں صدی میں یہ ہر دل عزیز سوانح عمری خیال کی گئی ہے - اس سوانح عمری کو انیسویں صدی کے سوانح نگاروں نے بہترین نمونہ بتایا ہے - لیکن جدید نظریے کے مطابق یہ سوانح عمریان سیرت نگاری میں بدل گئی ہیں -

جدید تذکرہ نگار کا کام صرف ہیرو کے حالات زندگی کو بیان کرنا ہی نہیں بلکہ اس کی شخصیت کو بے نقاب کرنا بھی ہے اور اس کی ذہنی پیچیدگیوں کا پتہ لگانا ہے -

اٹھارھویں صدی میں سوانح نگاری میں خطوط اور اب ہیتی کو اہمیت دی گئی ہے۔ اور اس کا مقام بھی متعین کر دیا گیا ہے۔ اس صدی میں سوانح عمریوں کو غلط بیانی اور تصنع سے بھی نجات مل گئی۔ اور سوانح نگاری میں ایک نیا تصور پیدا ہوا۔ یعنی حقیقت پسندی نے جنم لیا۔

عربی زبان میں زیادہ قابل اعتماد سوانح عمریان وہ ہیں جو سیرت رسول ﷺ لکھی گئیں۔ ان کو سوانح نگاروں نے بڑے موثر انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک سے متعلقہ حالات و واقعات کو تفصیل سے قلم بند کیا ہے۔ دوسری طرف روائتوں کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ یہ سوانح نگار کی خاص ذمہ داری سمجھی جاتی تھی۔ کہ وہ ان کو من وعن تسلیم کریں۔ ان کے علاوہ خلفاء راشدین۔ وزراء۔ سفیروں اور قوی افسروں کے واقعات بھی لکھے جاتے تھے۔ لیکن ان سب کی بنیاد روایت پر ہوئی تھی۔ اس زمانے میں کسی شاعر یا ادیب کی سوانح عمری نہیں لکھی جاتی تھی۔ تذکرہ نگاری کا رواج تھا۔ جدید مغربی ادب کے زیر اثر تذکرہ نگاری کے فن میں اتنی ترقی ہوئی کہ سوانح نگاری تذکرہ نگاری پر غالب آگئی۔ تذکروں میں نامور شخصیت کے حالات زندگی لکھے جاتے تھے۔ بادشاہوں کے علاوہ مذہبی پیشواؤں کے حالات و واقعات لکھے گئے۔ لیکن یہ سوانح عمریان کم ہوتی بلکہ معجزات و کرامات زیادہ ہوتے اس میں جو سوانحی حصہ ہوتا وہ بھی قابل اعتماد نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد تذکروں

میں شاعروں اور ادیبوں کے حالات زندگی بھی لکھے جاتے تھے۔ ان سوانح
 عربوں میں شعراء اور ادیب کی شخصیت (وضوح) طور پر نہیں ملتی۔ بلکہ ان
 کے کلام پر رائے زنی زیادہ کی جاتی تھی۔ اس کے جملے طویل مگر رنگین ہوتے
 تھے۔ مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا تھا۔ جو حالات زندگی لکھے ہیں اس
 میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے نقائص و مضائب کو بیان کرتے سے گریز
 کیا ہے۔ اگر نقائص کو بیان بھی کیا ہے۔ تو بہت مختصر جس سے سوانح
 نگاری کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ ان تذکروں میں اعلیٰ
 سوانح عربوں کے خاکے موجود ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس زمانے میں تذکرہ
 نگاروں کو زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ کہ وہ مغربی ادب سے استفادہ کرتے۔
 معاشرتی حالات نہ شاعروں اور ادیبوں میں یہ شعور پیدا نہیں کیا تھا۔
 جو اب موجودہ زمانے کے حالات نہ پیدا کر دیا۔ لیکن پھر بھی قدیم تذکروں
 کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے اگر ایسا کرتے ہیں تو قدیم ادبی ماحول
 کو بھول جاتے ہیں۔

زمانہ قدیم میں سوانح نگاروں نے جماعتوں کے بڑے لوگوں کی
 سوانح عربیہ لکھنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ چونکہ افراد کی سوانح عربیہ
 کم لکھی جاتیں تھیں۔ مغربی ادب میں افراد کی سوانح عربیہ ادبی حیثیت
 رکھتے تھیں۔ مشرقی سوانح نگاروں نے مغربی سوانح عربیہ سے استفادہ کیا۔
 سرسید کے زمانے میں حالی اور شبلی نے افراد کی سوانح عمری پر قلم اٹھایا۔

حالی کے پیش نظر اصلاحی مقصد تھا۔ حالی سیر پیشتر کسی کے مد نظر اصلاحی مقصد نہیں تھا۔ اس زمانہ میں سوانح کا مقصد مصنف۔ ادیب اور شاعر کی یادگار تھا۔ اس سیر زیادہ کچھ نہیں تھا۔ سوانح نگاری کے فن میں شیلی سیر زیادہ حالی کو ترجیح دی ہے۔

" اردو ادب نے بھی نئی زندگی پائی اس کی نخل بندی اور ابیاری کرنے والے سر سید اور ان کے رفقاء میں حالی کا نام ہمیشہ احترام اور عقیدت سے لیا جائے گا۔ خصوصاً اردو سیرت نگاری حالی کا نام فراموش نہیں کر سکتی۔ وہ اس آسمان پر ٹٹماتے ہوئے مدھم ستاروں کے درمیان درخشان ماہتاب کی طرح نظر آتے ہیں۔ حالی بلا اختلاف رائے اردو سیرت نگاری کے بانی ہیں۔ "

اردو ادب میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء

انصہ الطاف فاطمہ - ایم - اے -

صفحہ ۷۸ -----

پہلا ایڈیشن مئی ۱۹۷۲ء

اصول فن کے اعتبار سے شبلی کی سوانح عمریوں سے حالی کی سوانح عمریان زیادہ بہتر ہیں۔ حالی کی سوانح عمریوں میں علمی تحریک زیادہ موجود ہے۔ شبلی کی سوانح عمریوں میں جذباتی تحریک زیادہ جلوہ گر ہے۔

" اردو سوانح نگاری کے آسمان پر چھوٹے چھوٹے

تاروں کے جھرمٹ میں ہمیں ایک روشن اور درخشاں

قطب تارا بھی نظر آتا ہے۔ جس کی نورِ نرگین

آنکھوں میں چکا چوند سی پیدا کر دیتی ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی کی روشن اور پر جلال شخصیت

اس دور کی سوانح نگاری پر کچھ اس طرح چھائی

ہوئی ہے کہ ان کے معاصروں کی نوشتہ سوانح

عمریوں کی حیثیت ضمنی اور ثانوی ہو کر رہ گئی

ہے شبلی ہو قلمون طبیعت کی نرنگیوں سے ہماری

دنیا ادب واقف ہیں۔ "

اردو ادب میں سوانح نگاری کا ارتقاء

مصنفہ - ائسہ الطاف فاطمہ - ایم - اے

صفحہ ۱۱۳-----

پہلا ایڈیشن - ۱۹۷۳ء - اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس اردو بازار دہلی -

اردو ادب میں سوانہ نگاری کا ذخیرہ زیادہ موجود نہیں ہے۔ حالی کی سوانہ عمریوں میں جو وقعت یادگار غالب کو حاصل ہے۔ وہ دوسری سوانہ عمریوں کو نہیں۔ لیکن حیات سعدی اور حیات جاوید کی بھی اہمیت کم نہیں ہے۔ یادگار غالب میں حیات سعدی سے زیادہ جان ہے کیونکہ یادگار غالب میں جذباتی تعلق بھی موجود ہے۔ حیات سعدی میں صرف ذہنی رشتہ ہے۔ حالی نے جب حیات سعدی کو لکھنا چاہا تو شیخ سعدی کے حالات زندگی زیادہ موجود نہیں تھے۔ انہوں نے سعدی کی تصانیف سے ان کے حالات کا خاکہ تیار کیا اور کچھ واقعات تذکروں کی مدد سے حاصل کیے۔ اس سوانہ عمری کو لکھنے میں حالی نے جذبات اور خیال ارائی سے زیادہ مدد لی اس کے بغیر اس سوانہ عمری کو لکھنا بھی مشکل تھا۔ لیکن حالی ان دونوں باتوں کے قائل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو سعدی کی سوانہ عمری کہا جاتا ہے۔ لیکن اس میں حالات زندگی کم ہیں اور ان کے کلام پر زیادہ توجہ دی ہے۔ حالی یوں کہتے ہیں۔

”شیخ کی جادو بیانی اور فصاحت و بلاغت کا چرچا

اس کی زندگی ہی میں تمام ایران۔ توکستان تانار

۲۔ اردو کا کلاسیکی ادب حیات سعدی

مصنف۔ شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی پانی پتی

صفحہ ۵۸۔۔۔ مجلس ترقی ادب مدن نرسنگھ داس گاڈرن۔ لاہور

اور ہندوستان میں اس قدر پھیل گیا تھا کہ اس

زمانے کی حالت پر لحاظ کرنے کے بعد اس پر

مشکل سے یقین آتا ہے ۔ خود شیخ بھی گلستان

کے دیباچہ میں کہتا ہے ۔

ذکر جمیل سعدی کہ دو افواہ عوام افتاد دصیت

بخش کہ در بسید زمین رفتہ " ۔

حالی کی دوسری سوانح عمری یادگار غالب ہے ۔ اس کتاب میں مرزا

غالب کے حالات زندگی کو تفصیل سے لکھا ہے ۔ حالی کو غالب سے دلی ہمدردی

تھی ۔ وہ غالب کے کلام کی عظمت بیان کرتے ہیں ۔ کیونکہ غالب حالی کے استاد

تھے ۔ حالی کو ان سے عقیدت تھی ۔ غالب کو ہمیشہ یہ شکایت تھی کہ

ان کو جو عزت ملنی چاہیئے تھی وہ نہیں ملی ۔ یادگار غالب کے مصنف حالی

کو یہ چاہیئے تھا کہ وہ غالب کی شاعری کے دور قائم کرتے اور ان کے معاصرین

میں ان کا درجہ متعین کرتے ۔ اور مختلف اسناف سخن کے کمالات کو ظاہر کرتے۔

تب ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ۔ اگر یادگار غالب کو سوانح نگاری کے فنی

اصولوں پر پرکھا جائے تو وہ پوری نہیں اترتی ۔ کیونکہ یہ سوانح عمری جذبہ

عقیدت اور شدت احترام سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے ۔ اس میں کچھ نقائص

موجود ہیں ۔ اس کے باوجود بھی یہ ادب میں اعلیٰ مقام رکھتی ہے ۔ حالی

نے بھی انداز بیان اپنایا ہے ۔ جو اس زمانے کا رواج تھا ۔ حالی نے یوں کہا ہے

" اصل مقصود اس کتاب کے لکھنے سے شاعری
 کے اس عجیب و غریب ملکہ کا لوگوں پر ^{ظاہر} ~~ظاہر~~ کرنا
 ہے ۔ جو خدائے تعالیٰ نے مرزا کی فطرت میں
 ودیعت کیا تھا ۔ اور جو کبھی نظم و نثر کے
 پیرائے میں کبھی ظرافت اور بذلہ سنجی کے
 روپ میں کبھی عشق بازی اور رند مشرق کے
 لباس میں اور کبھی تصوف اور جب اہل بیت کی
 صورت میں ظہور کرتا ہے ۔ "

اچھی سوانح عمری کا مقصد یہ ہے کہ جس شخص کی سوانح عمری لکھی جائے۔
 اس کے ہر پہلو کو واضح کیا جائے ۔ اسکی خوبیاں اور خامیاں دونوں کو بیان
 کیا جائے ۔ پردہ پوشی سے کام نہ لینا جائے ۔ لیکن یادگار غالب میں ایک
 پہلو پر ہی زور دیا گیا ہے ۔ اس زمانے کے اعتبار سے حیات السعدی سے
 زیادہ یادگار غالب میں جان ہے ۔

(۱) یادگار غالب ۔

مصنف ۔ مولانا الطاف حسین حالی بدنی ہتی ۔

صفحہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اورنٹیل پبلیشنگ ہاؤس ۔ لکھنؤ

حالی کی حیات جاوید بہت اہم سوانح عمری ہے اور اس سوانح
عمری کو ادب، شہرت اور اہمیت حاصل ہے۔ اس سوانح عمری کا مطالعہ کرنے
سے حالی کے فن سوانح نگاری کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ کن حالات میں حالی
نے اس سوانح کو تیار کیا ہے۔ جبکہ اس کا ہیرو خود ~~حالی~~ ^{کشیش} میں مبتلا تھا۔
اس کا گرفت میں لانا مشکل ترین امتحان تھا۔ سوانح نگار کی نظر میں اس
کا ہیرو بہت ہی محبوب تھا۔ حالی نے سرسید کی خارجی اور بیرونی زندگی
کے تمام حالات اور کارناموں کا بیان کیا ہے وہ اپنے ہیرو کی زندگی کے ہر
قدم پر اس کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ عبدالحق صاحب حیات جاوید کے بارے
میں یوں فرماتے ہیں۔

(۹) " تیسری کتاب حیات جاوید حالی کی سب سے
بڑی اور اس کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اس میں
صرف سید احمد خان کی اس سیرت اس کے حالات
اور کارناموں ہی کا بیان نہیں بلکہ ایک اعتبار سے
مسلمانوں کے ایک صدی کے تمدن کی تاریخ ہے۔ "

(۱) یاد حالی - خطبہ صدارت اردو جولائی ۱۹۲۵ء -

اردو میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء -

مصنفہ امسہ الطاف فاطمہ - ایم۔ اے۔ پہلا ایڈیشن مئی ۱۹۷۲ء

اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس - اردو بازار - دہلی نمبر ۶

حالی اور شبلی کی سوانح عمریوں کے بعد سوانح نگاری کا سلسلہ جاری رہا۔
 حالی کے بعد شبلی نے اس فن کے راستہ کو صاف کر ہی دیا تھا۔ اور
 اس طرح سے دوسرے سوانح نگاروں کو اس راستے پر چلنے میں کوئی دقت نہ
 تھی۔ اس دور میں سوانح نگاری کا کافی ذخیرہ ملتا ہے۔ ان کے علاوہ
 اس زمانے میں جن حضرات نے سوانحی تصانیف لکھی ہیں ان کے نظم یہ ہیں۔
 مرزا حیرت۔ احمد حسن۔ مولوی احمد دین۔ احمد حسین الہ آبادی۔ مولوی
 ذکاء اللہ دہلوی۔ فیروز الدین ڈسکوی۔ سراج الدین احمد ایڈیٹر چودھویں
 صدی۔ عبدالحکیم شرر۔ منشہ محمد الدین فوق۔ خواجہ غلام السقلین۔ مولوی
 نذیر احمد دہلوی۔ قاضی سلمان اور عبدالرزاق۔ ان مصنفین نے تو تصانیف
 کافی طویل لکھی ہیں۔ اور بعض نے بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن
 فنی اعتبار سے قابل بیان ہیں۔ ان میں احمد حسین قابل ذکر ہیں۔
 انھوں نے کافی سوانح لکھی ہیں۔ حیات سعدی۔ حیات نور الدین محمد
 حیات ذوق۔ حیات سلطان صلاح الدین۔ انھوں نے کسی خاص طبقہ کے لئے
 سوانح کے موضوعات کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے مختلف انداز
 کے ہیروئن کا انتخاب کیا ہے۔ مرزا حیات دہلوی نے بھی اس طرح سے مختلف
 موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان کی سوانح یہ ہیں۔ حیات طیبہ۔ حیات
 فردوسی۔ سیرۃ محمدیہ۔ نورتن اکبری (معہ) سوانح اکبر۔ سیرت النبی۔
 نور جہان اور جہانگیر۔ حیات نور الدین جہانگیر۔ مرزا حسرت کو سوانح نگاری

کا خاص سلیقہ ہے وہ اپنے موضوع کو صرف ایک مصلح قوم مجاہد اور شہید ہی کی حیثیت سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کے انسانی خصائل و مشاغل پر بھی نظر رکھتے ہیں ۔

منشی محمد الدین فوق نے جہانگیر اور شاہ جہان کے زمانے کے ایک زبردست عالم کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے ۔ جو بہت کافی دلچسپ ہے۔ اس سوانح عمری کا نام ملک العمار علامہ عبدالحکم سالکوٹی ہے ۔ مولوی نذیر احمد دہلوی بھی سوانحی سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں ۔ مولوی نذیر احمد کا نام اردو ادب میں ناول نگار کی حیثیت سے زندہ ہے ۔ لیکن یہاں پر وہ بحیثیت سوانح نگار نظر آتے ہیں ۔ امہات الامہ ان کی وہ مشہور تصنیف ہے ۔ جس نے اس ناول نگار کو سوانح نگاروں کی صف میں لاگھڑا کر دیا ۔ مولوی نذیر احمد نے جو زبان اپنے ناولوں میں استعمال کی وہ ہی زبان اس کتاب کے مکمل کرنے میں اپنائی ہے ۔ یہ عورتوں والی زبان سی ہے ۔ مولوی نذیر احمد یوں کہتے ہیں ۔

(۱) " بنو نصرہ کو جب ہمارے چلنے کی خبر ہوئی

اور یہ میرے میکے کے لوگ تھے ۔ تو انہوں نے اکر

میرے شوہر ابو سلمہ کی مزاحمت کی اور سختی

سے کہا تم ہماری لڑکی کو کہاں لے جاتے ہو
 تمہیں اپنی ذات کا اختیار ہے جہاں چاہو
 خدائی خوار مارے مارے پھرو ہم اپنی لڑکی کی
 یوں مٹی خراب نہیں ہونے دین گے بھلا یہ
 بھی کوئی عقل کی بات ہے - عورت ذات اور
 وہ بھی بچے والی یوں بے سروسامان جنگلون
 بیابانوں میں تمہارے ساتھ سرگردان پھرے -"

مولوی محمدالحکم شرر بھی اردو ادب کے نامور تاریخی ناول نگار ہیں - لیکن
 انہوں نے اپنے ناولوں میں تاریخی رنگ دینے کی کوشش کی ہے - اور ان کے
 ماضی کے قصوں میں بڑا حسن اور دلکشی نظر آتی ہے - اور ان موضوعات کو
 مختلف طریقوں سے اپنایا ہے - شرر نے سوانح نگاری کے میدان میں بھی قدم
 اٹھایا ہے - ناول میں فرضی کردار و واقعات پیش کئے جاتے ہیں - لیکن
 سوانح میں کسی شخص کی پوری زندگی کے حالات و واقعات کو پیش کیا جاتا ہے
 ان کی سوانحی تصنیف کا نام سیر نسوان ہے -

مولوی عبدالرزاق کانپوری نے امرا ملکہ کے نام سے سوانح عمری
 لکھی ہے - سید سلمان ندوی بھی اس سوانح کے میدان کے ہیرو ہیں -
 انہوں نے اپنے استاد مولانا شبلی نعمانی کی مایہ ناز ^{سوانح عمری} لکھی - لیکن یہ نامکمل
 تصنیف رہی - سیرت النبی کو پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے - ندوی صاحب

سیرت نبوی کی اہمیت اور مشکلات سے پوری طرح سے واقفیت ہیں - ندوی صاحب لکھتے ہیں -

" (۱) مرحوم نے اسلام کے فضائل میں تفسیر و تاریخ

میں اپنی مقصود یاد گارین چھوڑی ہیں مگر ان

سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف رحمۃ اللہ علیہ

ہے ۔"

(دیاچہ صفحہ ۹)

اس زمانہ میں مولوی ذکاء اللہ نے بھی سوانح عمریان لکھی ہیں - انہوں نے دو سوانح عمریان لکھی ہیں - پہلی سوانح عمری جنابہ ملکہ وکٹوریہ ہند کی زندگی کے پورے حالات زندگی کو بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں - ذکاء اللہ نے ملکہ وکٹوریہ کے حالات زندگی اخباروں اور دیگر کتابوں سے حاصل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ اردو میں کیا ہے - اس وجہ سے ذکاء اللہ انکی سوانح کا پورا حق ادا نہیں کر سکے - مولوی صاحب کو وفاداری کا جذبہ ورثہ ملا تھا وفاداری ان کی زندگی کا عین مقصد تھا - مولوی صاحب ملکہ علیا کے اخلاق

(۱) - اردو ادب میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء

اسمہ الطافی فاطمہ - ایم - اے - صفحہ ---- ۲۰۵

پہلا ایڈیشن مئی ۱۹۷۲ء -

اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس - دہلی نمبر ۱

سیر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ ان کی خدمت اور وفاداری کا جذبہ ملکہ صاحبہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہ اپنے اقاؤں کی خدمت کرنا فوض سمجھتے تھے۔ اس جذبہ کے تحت انھوں نے ملکہ وکٹوریہ کے حالات زندگی کو یکجا کیا۔ انھوں نے ان حالات و واقعات کو سوانح عمری کی شکل میں منتقل کر دیا۔ ملکہ وکٹوریہ کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات کو قلم بند کیا ہے۔ ذکاء اللہ نے بھی وہ ہی انداز تحریر کو اپنایا جو اور سوانح نگاروں نے پیش کیا تھا۔ انھوں نے بتایا ملکہ وکٹوریہ بادشاہ ریچرڈ کی سینتیسویں پڑھی مین تھیں۔ یہ بہت خوش نصیب تھیں۔ ان کا باپ بادشاہ وقت جارج سوم اور ملکہ شارلٹ کا پسر چہام تھا۔ ملکہ ۲۲ مئی ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئیں۔ ولیعهد سلطنت ہونے کی وجہ سے ان کا نام صرف زاردوس کے نام پر الکس اینڈورینا پڑا دوسرا نام وکٹوریہ رکھا گیا۔ ان کے بچپن ہی والد کا انتقال ہو گیا۔ لیکن پھر بھی ان کی پرورش شاہی معیار پر ہوئی۔ اور ان کی تعلیم کے لئے بھی ڈچس کٹ کے وظیفہ میں چھ ہزار کا اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ شہزادی کو اعلیٰ طریقہ پر تعلیم دینی تھی۔ اس کے علاوہ بچپن سے جوانی کے تمام واقعات ان کی تاج پوشی۔ ان کی تفریح اور نظام سلطنت کے تمام حالات و واقعات کو مفصل بیان کیا ہے۔ اور تاج پوشی کا نقشہ اس انداز میں پیش کیا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نظر لگتا ہے موجود ہے۔ شہزادہ ابراہم کے واقعات جو شادی سے تعلق رکھتے ہیں بڑی تفصیل

سے بیان کئے ہیں - مولوی صاحب نے وکٹوریہ کی تاج پوشی ہونے سے پہلے
کا حال اس طرح سے لکھا ہے -

(۱) " ۱۸۳۸ء حضرت علیا کے سر پر تاج رکھنا ایک

بڑا مبارک دھماکوں واقعہ ہے - جو ہمیشہ

یادگار روزگار رہیگا ہنوز اس کی تاریخ مقرر نہیں

ہوئی تھی - کہ لوگ اس دن کی خوشی کے مارے

پھولے نہیں سماتے تھے اور اس کے لئے خوشی

کی تیاریاں کر رہے تھے -"

(۱) - سوانح عمری حضرت علیا ملکہ معظمہ ملکی صفات قیصر ہند و

عالیجناب خان بہادر

شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب فیلور الہ آباد یونیورسٹی

و سابق پروفیسر نیککسومر سائنس اینڈ لٹریچر سنٹرل کالج الہ آباد -

صفحہ ----- ۱۲۰

شمس المطالع دہلی منشی محمد عطاء اللہ

مولوی ذکاء اللہ نے دوسرا واقعہ ملکہ علیا کے شاہی جلوس کا اس طرح سرے
پیش کیا ہے -

(۱) " ڈیلوک ولنکٹن اور کل خاندان شاہی خاص کر

ڈچس کمٹ کو خلقت دلی چیپرز دیتی تھیں وہ

گھوڑوں کی گاڑی میں بیٹھ کر ہوتے تھے اس

کے بعد حضرت علیا اٹھ گھوڑوں کی گاڑی میں

رونق افروز تھیں - اور تیرا شاہی گلابان ان

ان کے پیچھے تھیں - وہ بیان نہیں ہو سکتا

یہ معلوم ہوتا تھا کہ سمندر میں تلاطم عظیم

ایا ہے - جو یہ آوازیں آ رہی ہیں لوگ خوشی

میں ایسے محو تھے کہ ٹوہان کپڑے اڑے جاتے تھے

مگر ان کو اپنی اس عریانی کی خبر نہیں ہوئی تھی -

ملکہ معظمہ اپنی اس خیر خواہ رعایا کی مبارکباد

کو بار بار سر جھکا کر تسلیم کرتی جاتی تھیں - "

(۱) - سوانح عمری، حضرت علیا ملکہ معظمہ -

صفحہ ۱۲۳ -

خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب

شمس المطابع میں منشی محمد عطاء اللہ لس لس مطبوع طبائع ہوئی ۱۹۰۴ء

مولوی ذکاء اللہ نے شاہی خاندان کی شان و شوکت کو بڑے دلکش طریقہ سے بیان کیا ہے۔ ہر جگہ پر ان کی عقیدت کا جذبہ جھلکتا ہے۔ اس سوانح عمری میں جانبداری اور طرفداری سے کام لیا ہے۔ اس سوانح عمری کو اگر سیرت نگاری کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ اس میں ایک پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایسی سوانح عمریان طاق نسیان ہو کر رہ گئیں ہیں۔ ان کو ادب میں کبھی خاص مقام حاصل نہیں ہے۔ اس سوانح عمری میں ملکہ صاحبہ کے ابتدا سے لے کر اخیر وقت کوئی کہی نہ کوئی خوابی ملتی ہے۔ غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے۔ لیکن ملکہ صاحبہ کے پورے کردار میں کوئی نقص نہیں ملتا ہے اس سے بالکل صاف اندازہ ہوتا ہے۔ کہ پردہ پوشی سے کام لیا گیا ہے۔

ان کے دوسری سوانح عمری ان کے عزیز دوست حاجی محمد سمیع اللہ خان بہادر رئیس اعظم دہلی کی ہے۔ حاجی سمیع اللہ خان ذکاء اللہ کے کالج / ہمعصر تھیں تھے۔ لیکن ذکاء اللہ کو سمیع اللہ خان سے دلی عقیدت تھی۔ مولوی سمیع اللہ خان کا انتقال ذکاء اللہ کی حیات میں ہی ہو گیا تھا۔ انھوں نے اپنے دوست کی سوانح عمری بطور یادگار لکھی تھی۔ یہ ان کے آخری تصنیف تھی۔ اس کے بعد مولوی صاحب دنیا سے فانی سے کوچ فرما گئے۔ مولوی سمیع اللہ خان دہلی کے باوقار اور قابل قدر شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے مولوی صاحب کے نسب و خاندان کے حالات کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان کے خاندانی نسل کا شجرہ حضرت علی سے

ملایا ہے۔ ان کے بزرگ عرب مسلمان حملہ آوروں کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔
 اور شہر ملتان میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ خاندان مذہبی اصولوں کا
 سخت سے پابند تھا۔ جب سمیع اللہ خان کے بزرگ شیخ احمد علوی رحمۃ اللہ
 صاحب حج کے لئے بیت اللہ تشریف لے گئے تھے تو واپسی میں دہلی قیام
 کیا اور وہاں کے شاہ عالم کہنیر پر دہلی میں ہی قیادت کی۔

دہلی پایہ تخت ہونے کی وجہ سے ہی عزت نہیں بلکہ
 یہ دنیا میں مسلمانوں کا دارالعلوم بھی مشہور تھا۔ اور ^{۱۸۵۱ء} علوم و
 فنون کا مرکز بننے کا بھی فخر حاصل تھا۔ دہلی میں مولوی سمیع اللہ خان
 کے خاندان کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور یہاں تک مولوی سمیع اللہ خان شادی
 بھی دہلی کے رئیس گھرانے میں ہوئی۔ نواب اختیار الدولہ اور خواجہ علی
 احمد خان اصرار، کی بڑی لڑکی کے ساتھ ہوئی۔ یہ شادی ۱۸۵۷ء کے غدر
 سے چند سال پیشتر ہوئی تھی۔ ان کی بیوی اور بچے غدر کی تکلیفیں
 برداشت نہ کر سکے (موت) تینوں بچوں کے انتقال کر گئے۔ اس کا اثر سمیع اللہ
 خان پر بہت زیادہ ہوا ان کے دل میں غدر کے پریشان لوگوں کے لئے
 ہمدردی موجود تھی۔ وہ ان کی ہر طرح سے مدد کرتے تھے۔ سمیع اللہ
 خان ہر وقت خاموش اور پریشان رہتے تھے۔ ان کی والدہ ان کو دیکھ کر
 بہت دکھی ہو جاتی تھیں ان کی یہ برابر کوشش تھی کہ سمیع اللہ خان
 کی دوسری شادی ہو جائے۔ لیکن چند ^{ماہ} بعد ان کی والدہ نے مرحومہ کی
 چھوٹی بہن کے ساتھ شادی کر دی۔ سمیع اللہ خان نے غدر کے زمانے میں

بیوی بچوں کو سر سید احمد خان کے یہاں پہنچا دیا تھا۔ لیکن چند بزرگوں نے اپنا گھر نہیں چھوڑا۔ اس میں ان کے والدہ بھی تھی۔ یہ لوگ سپاہیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس غدر میں ان کے عزیز استاد کا بھی قتل ہو گیا اس کا اثر ان کے ذہن پر بہت زیادہ پڑا۔ یہ اپنے بزرگوں اور استاد کے اولاد کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ مولوی صاحب کی قابلیت کی وجہ سے ان کو منصفی کا اعزاز ملا۔ ابتدا میں کانپور میں اس کے بعد علی گڑھ میں چار سال تک منصف رہے۔ اس کے بعد وکالت شروع کی گیارہ سال تک اس کام میں شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ اس کے بعد صدرالصدر کی حیثیت سے علی گڑھ۔ الہ آباد۔ مراد آباد اور فتح گڑھ میں کارفرما رہے۔ اس کے بعد سب جج اور شیشن جج کے فرائض انجام دیئے۔ سرکاری عملہ میں ان کو بڑی عزت و شہرت حاصل ہوئی۔ مولوی سمیع اللہ ۱۸۹۲ء میں اپنے فرائض سے سبکدوش ہوئے۔ پھر ان کے دل میں قومی بھلائی کا جذبہ پیدا ہوا۔ انھوں نے دہلی میں عربی کا مدرسہ بھی قائم کیا۔ اور علی گڑھ کالج کے قائم ہونے میں سر سید احمد خان کے ساتھ کافی کوشش کی۔ ان کی وجہ سے کمیٹی کو کالج بنانے میں خاص کامیابی ہوئی۔ کیونکہ سمیع اللہ خان ہندوستان کے ممتاز اور باوقار آدمی تھے۔ اس اقتباس سے مولوی سمیع اللہ کی خداداد ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔


(۱) "اپ کا وہ جوہر قابلیت و ذہانت جسے زمانہ

طالب علمی میں اپ کو اپنے ہم درس اور معاصرین

میں ممتاز بنا دیا تھا ۔ یہاں بھی جمعے بغیر

نہ رہا چنانچہ آپ نے اس خدمت کے فرائض

اس منصف مزاحی و لیاقت تعریف کے ساتھ انجام

دی کہ آپ کے بالا دست حکام کو بہ  بہ

خاطر اپنی لیاقتوں اور قابلیتوں کا اعتراف کرنا پڑا

اور رعایا کہ دل پر آپ کے انصاف کا سکے بیٹھ گیا ۔

مولوی صاحب نے اس سوانح کو بڑی عقیدت مندانہ جذبہ کے ساتھ

لکھی ہے ۔ ان کے نسل و خاندان اور حالات زندگی کے بارے میں بہت اچھی

طرح سے واقفیت کرائی ہے ۔ انکی سوانح کا خاص مقصد بلالہ ہیرو کی تعریف

کرنا ہے اور اسکی اچھائیاں بیان کرنا ہے ۔ اس سوانح میں ہیرو کا کوئی پوشیدہ

راز منظر عام پر نہیں آتا ہے ۔ کہ ہر سے بھی خاص نظر نہیں آئے ۔

ان سوانح عمریوں میں کمزوریاں ہونے کے باوجود بھی فنکارانہ محاسن موجود ہیں

مولوی صاحب نے ایک خاص طبقہ کے ہیرو کا اپنا طبیعت کی مناسبت انتخاب

کیا ہے ۔ ذکاء اللہ سمیع اللہ خان سے مل کر کافی متاثر ہوئے ۔ اس کا خاص

مقصد سوانح لکھنے کا یہ ہو گا کہ ادب کی دنیا میں مولوی سمیع اللہ خان

کا نام ہمیشہ زندہ رہے ۔ مگر سوانح نگاروں نے اسے نامور شخصیتوں کی

سوانح عمریاں لکھی ہیں کہ ان کے خلاف کہنا تو الگ رہا نظر اٹھا کر بھی

دیکھنا گناہ عظیم ہے ۔ ~~اس~~ سوانح عمریاں اس وقت کامیاب ہو سکتی تھیں ۔

جبکہ ان کا انداز بیان اتنا طویل نہ ہوتا - جس نے سوانح نگاری کا گلا گھونٹ دیا ہے - وہ زمانے تک ہی محدود ہو کر رہ گئیں - ذکاء اللہ نے ایک سوانح عمری ۱۹۰۲ء دوسری ۱۹۰۹ء میں شائع کرائی - ۱۹۰۲ء میں ملکہ وکٹوریہ کی سوانح مکمل ہو گئی - لیکن اس سے پیشتر ملکہ وکٹوریہ سوانح عمری مولوی فروز الدین نے لکھی تھی یعنی ۱۹۰۹ء میں - مولوی فروز الدین نے واقعات کو بہت مختصر انداز میں بیان کیے ہیں - اور تفصیل سے گریز کیا ہے - مولوی ذکاء اللہ نے واقعات کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے - یہ حقیقت ہے کہ مولوی ذکاء اللہ نے مولوی فروز الدین کی سوانح عمری سے ضرور استفادہ کیا ہو گا کیونکہ خاص واقعات کی بنیادی باتیں دونوں سوانح عمریوں کی یکساں ہیں - لیکن واقعہ کو بیان کرنے کا انداز مختلف ہے -

(۱) - سوانح عمری حاجی مولوی محمد سمیع اللہ خان بہادر اس - ایم - جی مصنف - عالیجناب شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب رئیس و سابق پروفیسر میوز سنٹرل کالج و فیلور الہ آباد یونیورسٹی رام پرکاش -

صفحہ ----- ۳۲ تا ۳۵

باہتمام

سید محمد طاہر رضا

مطبع انوار اسلام حیدرآباد دکن ۱۳۲۷ھ - ۱۹۰۹ء

مثال کے طور پر فرزند الدین نے شہزادی وکٹوریہ کے چیچک کے ٹیکہ کا بیان اس طرح کیا ہے -

(۱)۔ " اگست ۱۸۱۹ء کے اخیر میں جبکہ شہزادی کی عمر تین مہینے کی تھی - ان کو چیچک سے بچانے کے لئے ٹیکا لگوایا گیا - اور خاندان شاہی میں سب سے پہلے یہی شہزادی تھیں جن پر یہ عمل کیا گیا تھا - "

اس واقعہ کو مولوی ذکاء اللہ نے کتنا بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے - اگست ۱۸۱۹ء میں شہزادی کے ٹیکا بڑی کامیابی کے ساتھ لگایا یہ پہلی دفعہ تھی کہ خاندان شاہی میں سے چیچک کے ٹیکہ سے جو ڈاکٹر جن نرکا ایجاد تھا - فائدہ اٹھایا اور بچوں کی طرح سے اس شاہی بچہ کو بھپ نے اپنے ہاتھوں میں لیا - اس نے بھپ کے بالوں کی ٹوپی پکڑ لی - اور چہرہ کے

(۱)۔ یادگار وکٹوریہ (یعنی ملکہ وکٹوریہ کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد

حکومت کی مجمل تاریخ -

مصنف - مولوی فرزند الدین غفرالدولہ مالک اخبار شیر بلند لاہور

مولف یادگار سعدی دو بار اسلام و مرقع الام وغیرہ ۱۹۰۴ء مطبوعہ صدائے ہند

پریس - لاہور -

پوڈر کو کھنڈا دیا پہلے اس نے کہ بشپ اپنے

شین بچہ کے ہاتھوں سے بجائیں اس نے ان

کے بال کھسٹ لئے حکم شاہی سے شہزادی

کے ٹیکا لگنے سے اس کا رواج عام ہو گیا ۔

اس قسم کی سوانح عمریان حقیقت میں اپنے سوانح کا حق ادا نہیں کرتی ۔
کیونکہ اس میں ان عظیم ہستیوں کے کارنامے بیان کئے ہیں ان کسیرت نگاری
یا کردار نگاری کہا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا ۔ یہ سوانح عمریان اپنے
زمانے تک ہی محدود ہو کر رہ گئیں ۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انیسویں صدی میں مغربی ادب کے اثر
مشرقی ادب نے کتنا رنگ لیا ۔ جس کی وجہ سے ادب کی ہر صنف میں نئی
رائیں پیدا ہوئیں ۔ اس بڑھتی ہوئی ترقی کا اثر سوانح عمری پر بھی پڑا ۔
جس سے سوانح نے بھی نئے چولا ۔ بدلا یعنی حقیقت پسندی نے جنم لیا ۔
اور ان چند مخصوص ہستیوں کے علاوہ سوانح عمریان لکھی جانے لگی ۔ اور
سوانح کے انداز میں آغاز ہوا ۔

صفحہ ----- ۱۵

حضرت علیا ملکہ معظمہ ملکی ضفات قصری ہند و عالیجناب پرنس کونسورٹ ابرٹ

ہند کی خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب ۔ ۱۹۰۲ء

شمس المطابع دہلی محمد عطاء اللہ مطبوع طباع ہوئی ۔

باب پنجم

حصہ اول

خطوط مولوی ذکاء اللہ خان

حصہ دوم

سائنس کی رزم و بنم

مکتوب شمس العلماء منشی محمد زکاء اللہ خان

بنام

مولانا محمد حسین آزاد

مکتوب شمش العلماء منشی محمد ذکاء اللہ خان

بنام

مولانا محمد حسین ازاد

جناب من -

ب مجھ پر آپ کے تذکرے کے عام خیالات اور مضامین کا تصور آتا ہے
تو افسوس ہوتا ہے - کہ اب تک شایع کیوں نہیں ہوا - اگرچہ یہ سوچنا
ہوتا ہوں کہ اگر آپ کو بندے سے سچا سچا حال ^{سبب} معلوم ہوا - تو بہت
سیر شاعروں کے شاگرد زندہ ہیں - وہ فی ما فی کرنے کو تیار ہوں کہ اس
کے لیے ایک عذاب جان بن جائیں -

اب مرزا غالب کا حال یہ ہے کہ سوائے شاعر ہونے کے اور کوئی
خوبی اس میں نہ تھی - حسد اس قدر تھی - کہ کسی کی عزت کو نہ دیکھ
سکتا تھا - سنگ دل ایسا تھا کہ سارے بھائی بندوں کی حق تلفی کرنے میں
اس کو افسوس نہ تھا - جس روز ذوق مر گیا - تو خوش خوش ہو کر کہتا
کہ آج بھٹیاریوں کی بولی بولنے والا مر گیا - رند شراب ایسا تھا کہ کہا
کرتا تھا کہ صہبائی شعر کہنا کیا جانے - نہ اس نے شراب پی نہ قمار بازی
کی - نہ معشوق کے ہاتھ سے جوتیان کھائیں - نہ جیل خانے میں پڑا -
طالع ایسا تھا کہ ایک ایک قصیدہ دس جگہ بیچتا تھا - اس کے قصائد پر

یہ نہیں لکھا کہ کسی کی تعریف میں لکھا ہے ۔ بلکہ ان پر نمبر لگائے
سبز دھم دھم نہم ۔

میر نے نزدیک فقط اس کی شاعری سے اب غور رکھی اور
کچھ فضائل اور اخلاق سے بحث نہ ہو ۔ میان غلام امام ^{شیخ} فارسی کے
شاعر مرزا قتیل کے شاگرد ہیں ۔ وہ مرزا کو یوں کہتے ہیں کہ مغرب میں
وہ اور مشرق میں مین ۔ غالب کا خود قول تھا کہ جب سے ہندوستان میں
فارسی کا چرچا ہوا ۔ دو شاعر ہوئے ایک غالب اور دوسرا خسرو ۔

ایک معتبر آدمی نے مجھ سے کہا تھا کہ نواب مصطفیٰ خان
مرحوم اور ایک اہل شہزادہ میں جناب کے اندر صحبت کا اتفاق ہوا ۔ انہوں
نے مرزا کا دیوان تفریح طبع کے لئے ^{واپس} لیا ۔ اس نے ایک واقعہ دیکھ کر
واپس کر دیا ۔ اور لکھ دیا کہ " درین خرافات اوقات منائع نکہ تو دائم
کرد و کرام زبان این گفته شدہ است "

اپ کو یاد ہوگا کہ ایک شہزادہ سیدم باقر علی جو عیسائی
ہو گیا تھا ۔ جان مور نام رکھا تھا ۔ وہ ذوق رموم کے پاس جاتا تھا ۔
تو اس سے شکل شعر مرزا پوچھتے تھے ۔ وہ ^{پورا} قورا منعی بتا دیتا تھا ۔ اور
محاورے کی ایک دو غلطی عام اعتقاد مرزا ہر بار کرتے ۔ مرزا کے یہاں کے
لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ فارسی کا شاعر اچھا تھا ۔ لیکن اردو کی نظم و نثر
اس کے یہاں کے لوگوں کو پسند ہیں ۔ تاریخی یا علمی مضامین کے نہ ہونے کا

اعتراض کرنے کے لئے نیت یا فنون کو سوچتا ہے اور منشی اور دبیر جو پہلے
 زمانے کے ہیں - خود بھی نہیں جانتے - نکات غالب سے یہ معلوم ہوتا ہے -
 کہ وہ زبان کی تحقیق میں طفل مکتب تھا - سوائے چند مضامین کی تحقیقات
 کے اس کو اور کسی مضمون کی خبر نہیں اگر کوئی لڑکا بھی خان اردو کی
 تصنیفات پر ایک نظر سرسری ڈالے تو اس کو تو لے لے کو مرزا کے نکات سونے گا
 زیادہ نکتے یاد ہو جائیں -

نگار رام پور بابت فروری ۱۹۳۰ء کے

اکبر علی خان عرشی زاوہ

رام پور رمنا لائبریری رام پور

سائنس کی رزم و بزم

مولوی ذکاء اللہ خانؒ مذہب اور سائنس کی رزم و بزم کتاب میں سائنس

اور تہذیب کی تکرار سے بحث کی ہے۔ سائنس کا لفظ اور زبان میں بڑی وسعت کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ اس علم کا ترجمہ کیا جائے۔ اہل دانش فرماتے ہیں۔ مذہب اور سائنس میں ہمیشہ جھگڑا رہا ہے۔ مذہب ایک مستقل ایمان ہے جو انسان کے ساتھ مرتے دم تک ~~سچا~~ رہا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ سائنس میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اور ترقی کے لئے اگر بڑھتی جاتی ہے۔ مذہب مستقل ہونے کی وجہ سے اپنی حکومت کرتا ہے۔ اور دوسرے کی حکومت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ مذہب خدا کی عبادت کرانا ہے اور اچھے برے کی سزا دیتا ہے۔ سائنس ان تمام باتوں سے الگ ہے وہ ظلم و ستم نہیں کرتا ہے۔ سائنس اگر کوئی سچی بات پیش کرتا ہے مذہب اس کے خلاف رہتا ہے۔ اس وجہ سے لوگوں میں کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ مذہب سے الگ ہو جاتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے عاقلوں میں تغیر پیدا ہوا مذہب کا جذبہ کم

ہوا سائنس کا اثر زیادہ ہوا۔ جدید سوسائٹی میں اس کی روشنی ہے۔

جہاں اس کی روشنی لی جاتی ہے پوری سماج کا رخ ادھر ہی ہو جاتا ہے۔

ابتدا میں یہ خرابی عیسائی مذہب میں پیدا ہوئی - عیسائی کہتے ہیں مذہب خدا کا قول و کلام ہے - سائنس جو ہے وہ اس کا فعل ہے - وہ کہتے ہیں خدا کے قول و فعل سے خلاف ہونا غلط ہے - اس وجہ سے وہ سائنس کی ہر ایجاد کا استقبال کرتے ہیں -

یونانی علم مہرلوجی وہ علم ہے جس میں ہتھ کا بیان کیا گیا ہو - ہتھ کے معنی یونانی زبان میں کہانی - فسانہ اور حکایات و نقل کے ہیں - یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ اس علم میں قوانین قدرت اور مذہبی خیالات احکاموں کے ذریعہ ظاہر کئے جاتے ہیں - جو کام بھی انکی ریاست میں ہوتے ہیں وہ دیوتاؤں کے اثر سے ہوتے ہیں - ان واقعات میں کرامات ضرور ہوتی ہے - اس قسم کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے -

زمانہ جدید نے جنم لیا - انسانوں نے فرسودہ خیالات کا لہادہ ^{اٹا} اترا اور غور کیا کہ ان پتھر کی مورتوں میں کیا طاقت ہوتی ہے - اور ان کو یہ بھی شک ہوا کہ ان دیوتاؤں کے پاس بھی خاندان موجود ہیں اور انسانوں کی طرح سے کام کرتے ہیں - انکے اور انسان کے کام میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا - اب انکی تحقیقات کرنے اور انکی خامیاں بیان کرتے ہیں -

ابتدا میں ان لوگوں نے سمندر کے کنارے حزیروں میں رہنا شروع کیا - اور جغرافیہ کی تحقیقات کریں - انکو ہر کام میں مذہب ہی نظر آتا تھا - جب انکو نیچر کا علم ہوا تو وہ مذہب کے خلاف ہو گئے -

جو لوگ مذہب سے تعلق رکھتے تھے - انہوں نے ان کو پریشان کیا - اور گھر بار برباد کر دیا - یہاں سے ان دونوں فرقوں میں مخالفت شروع ہو گئی -

ان غیر مذہبی لوگوں نے ایسے ثبوت پیدا کئے جن سے مذہبی لوگ بہت زیادہ پریشان تھے - ان لوگوں نے انکے مذہبی عقیدوں کو جھوٹا کہنا شروع کر دیا -

اور علماء مذہب کو برا کہا اور مذہب میں نقص پیدا کرنا چاہا تو مذہبی فرقے کے لوگوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کو برباد و تباہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ برابر ترقی کرتے رہے -

(۱) " ساحل سمندر کے جا بجا کٹاؤں نے اور مجمع الجزائر نے جن کے اندر بعض دنیا کے خوبصورت جزیرے تھے - یونانیوں میں یہ مذاق پیدا کیا کہ وہ اپنی زندگی سمندر میں بسر کریں اور جغرافیہ کی تحقیق کریں اور مکانوں میں نقل مکان کر کے بسنے پر غور کریں - اونکے جہاز کل بلیک سے (بحر اسود) اور مڈلیٹرین میں دوڑنے لگے -

"

یونان کی سلطنت نے ایران کی اطاعت قبول نہیں کرتی تھی -

اس وقت ایران کی حکومت عروج پر تھی - اس وجہ سے ایران اور یونان میں جنگ ہوئی ایرانی فوج یونان میں موجود تھی - ایرانیوں نے جنگ میں جو کام کئے اس سے یونانی سپاہ نے یہ اندازہ کیا کہ ایران تک پہنچنا بہت مشکل ہے اس وجہ سے یونانیوں کے دلوں میں ایرانیوں کی وقعت پیدا ہو گئی -

مہمات سکندریہ سے یونانیوں میں جنگ ہوئی اس وجہ سے انجینئرنگ اور سائنسنگ تحریک ہوئی ۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اسکندریہ میں ایک تعلیم گاہ اور میوزیم قائم کیا گیلے ۔ یہاں پر تجربات و مشاہدات کی ترقی ہوئی ۔ میوزیم اسکندریہ کی بنیاد ٹولرجی سوئر نے ڈالی تھی ۔ اس کے لڑکے نے ختم کر دیا یہاں پر چار لاکھ کتابیں دنیا کی انتخاب کردہ موجود تھیں ۔ اس کے علاوہ تصاویر اور مجسمات بھی موجود تھے ۔

اسکندریہ مصر کا دارالسلطنت ہی نہیں بلکہ دنیا کا دارالعلوم بھی تھا ۔ اسکو میوزیم بنانے کا مقصد یہ تھا کہ زیادہ وسیع کر لیا جائے ۔ یہاں پر طالب علموں کو تجربات کرائے جاتے تھے ۔ علم نباتات اور علم حیوانات سکھایا جاتا تھا ۔

میوزیم اسکندریہ سائنس و مذہب کی اول رزم کا بیان ہے ۔ یہاں پر یہ ثبوت موجود ہے کہ یونان سائنس کا اول موجد ہے ۔ انہوں نے سائنس کا مذہب سے بالکل خاتمہ کر دیا ۔ وہاں سائنس کی نئی نئی ترقی یافتہ چیزیں موجود تھیں ۔ مذہب کا نام و نشان موجود نہیں تھا ۔

(۱) " مذہب مسیحائی اور سائنس میں میثاق تھی ۔ اس مذہب کے علماء کا یہ عقیدہ تھا کہ کتب مقدسہ اور احادیث کلیسا میں کل علم موجود ہیں ۔ الہامی نوشتوں میں جو کچھ ہم کو جانتا چاہئے تھا خدا نے بتلا دیا تھا ۔ وہ کافی ہے ۔ کسی اور علم کی ضرورت نہیں کتب مقدسہ کل علوم کا مجموعہ ہے۔

اور اس میں کل علوم کی علت غائی موجود ہے ۔

علم کی بدولت حضرت ادم جنت سے نکالے گئے ہیں اس علم کے حاصل کرنے کی بہت قیود ہیں ۔ علم کی کوئی چیز سائنس کی سی ہے جو پھنکارے مارتی ہے۔ حضرت سلیمان فرماتے ہیں کہ بہت کتابیں بنانے کی انتہا میں ہے اور بہت پڑھنا جسم کو تھکانا ہے ۔ بہت حکمت میں بہت دقت ہے ۔ جس کا عرفان زیادہ ہوتا ہے ۔"

اس زمانہ میں یونانی تعلیم مغربی سلطنت دویہ ہوتی تھی ۔ اور اسکندریہ کی تعلیم کا رواج موجود تھا ۔ شہنشاہ روم نے ایک بڑا لشکر روانہ کیا کہ میوزیم اسکندریہ کو تباہ کر دو ۔ اس طرح سے میوزیم اسکندریہ تباہ برباد ہو گیا ۔ بشارتیں پوری ہوئیں کہ بعد اس کا بھتیجا اسکندریہ کا بشارت ہوا ۔ اس کا بھی قتل شاہ روم نے کر دیا ۔ تب بت پرستی کا سلسلہ ختم کیا ۔ لیکن بت پرستی کا سلسلہ جاری تھا اور تعلیم بھی دی جا رہی تھی ۔ وہ افلاطونی فرقے کے لوگ تھے ۔ انہوں نے اس احکام فلسفہ کے درس کو بند کر دیا ۔ عیسائیوں نے غیر عیسائیوں کے مذاہب کو ختم کرنے کی بہت کوشش کی ۔ لیکن وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے ۔ عجائب پرستی نے اس میوزیم کو پھر زندگی دی لیکن عورتوں کے فرقے نے اس کو پھر تباہ کر دیا ۔

" زمین کی سرگشت "

مولوی ذکاء اللہ نے بتایا ہے کہ زمین کی شکل و صورت کے بارے میں

مختلف فرقہ کے علماء نے مختلف طرح سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ۔

جغرافیہ میں عیسائی مذہب کے ماننے والوں نے بتایا ہے کہ زمین شمالی حصہ میں ایک ایسا بلند پہاڑ ہے جس کے پیچھے سے سورج گزرتا ہے۔ اس کے اثر سے رات پیدا ہوتی ہے۔ اور گرہن بھی معلوم ہوتے ہیں۔ کہ چاند پر زمین کا سایہ پڑتا ہے۔ اس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ زمین گول ہے۔ زمین کے بارے میں خلاف خیالات کا اظہار ہوا۔ اور زمین کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ نظام غورشی کو ارسٹاکس نے بتایا۔ اس طریقہ سے زمین کا فاصلہ سورج سے تعجب خیز تھا۔ اس انداز سے نظام شمسی کا طریقہ شروع ہوا۔ اور ارسٹاکس نے یہ بھی بتایا کہ زمین پر ستاروں کے ظاہری مقام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مولوی ذکاء اللہ نے زمین کی اہمیت کو واضح کیا کہ زمانہ قدیم میں لوگوں نے زمین پر عجیب و غریب تجربات و مشاہدات کئے۔ اور انکو دنیا کے سامنے لائے۔ انھوں نے زمین کے عمر کے بارے میں بھی بتایا۔ یہاں سے مذہب اور سائنس میں کشمکش شروع ہو گئی۔ زمین کو اپنا اصل مقام مل گیا۔ مذہب نے سائنس کے دبانے میں کوئی کٹر نہیں رکھی۔ اس کے ماننے والوں کو سخت سزا دی لیکن سائنس برابر ترقی کر رہا تھا۔ مذہبی فرقے نے چرچ کی طاقت کو زیادہ بنایا۔ اس باوجود زمین کی طاقت کو بھی نہ روک سکے۔

زمانہ جاہلیت میں علم کی کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ صرف آیات قرآنی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ دوسری صدی عیسوی میں علم کی ترقی

ہوئی حکمت فلسفہ یونان کی تعلیم دی گئی۔ اس زمانے میں اسلامی حکومت
 میں فلسفی کو کافی پریشانی برداشت کرنی پڑی۔ عیسائی بادشاہ کے زمانے میں
 فلسفہ کی کتابوں کو بڑی حفاظت سے رکھا گیا۔ علامہ سیوے نے لکھا ہے۔
 ۹۷۰ء میں فلسفہ منتطق پھر شروع ہوا۔ نجوم نے بھی ترقی کی۔ عرب کے
 مختلف مالک روم وغیرہ ملتے رہے۔ اور جدید علوم کا تعلق ادبیہ سے ہو گیا۔
 اس طرح سے ادب کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ مذہب اور سائنس متعلق لوگوں نے
 اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مضامین بھی لکھے۔ سر سید احمد خان
 اور نواب محسن الملک نے بھی مضامین لکھے۔ "فردوسِ مکان" سر سید احمد خان
 نے۔ "وجودِ اسمان اور سائنس پر تہذیب کا اثر محسن الملک نے لکھے۔
 انہوں نے مذہب اور سائنس کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔
 تعلیم و تربیت اور مذہب۔ تعلیم و تربیت جس کو کلچر کہتے
 ہیں وہ کیا چیز ہے۔ مذہب کا اس تعلیم سے کیا تعلق ہے۔ مذہبی تعلیم
 سے مراد وہ تعلیم ہے جو قرآن اور حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور
 زندگی بھر دی جاتی ہے یہ بہت محدود ہوتی ہے۔ لیکن تعلیم تربیت سے
 ہمارا تعلیم کا دائرہ وسیع ہوا ہے۔ محدود خیالات سے نکل کر وسیع دنیا
 کو دیکھا کہ کیا کیا چیزیں وجود میں آئی ہیں۔ جدید تعلیم میں بہت سے
 علوم سائنس کی مدد سے پیدا ہوئے۔ سائنس کی مدد سے یہ معلوم ہوا کہ
 کائنات میں کیا کیا موجود ہیں۔ کالجوں اور اسکولوں میں سائنس کی چیزوں کا
 تجربہ ہوتا ہے۔ جس میں اس کی حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولوی ذکاء اللہ نے ان واقعات کو بڑی محنت اور دلچسپی سے

بیان کئے ہیں۔ اور انہوں نے جغرافیہ تاریخ اس کے علاوہ دیگر علوم سے

بھی بحث کی ہے۔ اور اس کی اہمیت کو بھی واضح کیا ہے۔

" اختتام "

" باب ششم "

اختتام

اردو ادب میں مولوی ذکاء اللہ خان کے تحریری کام کی اہمیت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی ۔ انکی علمی مصروفیت زیادہ ہو گئی تھی ۔ مولوی صاحب نے اپنی تمام زندگی اسی تعلیمی کام میں گزاری ۔ اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دوسروں کو تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا ۔ ان کا رویہ طلباء سے پر خلوص تھا ۔ اور طلباء بھی ان سے دلی محبت رکھتے تھے اور احترام بھی کرتے تھے ۔

مولوی صاحب نے جدید علوم کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا تھا ۔ انکا خیال تھا کہ اپنے وطن کے بچوں کو جدید علوم مادری زبان میں پڑھائے جائیں ۔ کیونکہ ابتدا میں جدید علوم کی تعلیم غیر ملکی زبان میں دینا مناسب نہیں ۔ وہ اسکی پوری اہمیت سے واقف نہیں ہو سکتے ۔ مولوی صاحب نے خود دیسی زبان کے ذریعہ جدید تعلیم حاصل کی تھی ۔ انکی تعلیم لیکچروں پر منحصر تھی ۔ انھوں نے کتابیں نہیں پڑھی تھیں ۔ انکے زمانے میں اردو زبان میں کتابیں موجود نہیں تھیں ۔ لیکن مولوی صاحب کو اس کا پورا یقین تھا ۔ کہ اس زبان میں لکھی جا سکتی ہیں ۔ انھوں نے درسی کتابیں لکھنے کا اہم کام اپنے ذمہ لیا ۔ اور اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس کام کرنے میں صرف کیا ۔ انکی ترجمہ کی ہوئیں تصانیف کے شائع کرنے

کا کام علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ سے شروع ہوا۔ مولوی صاحب نے کتابیں لکھنے کی ابتدا زمانہ طالب علمی میں ہی کر دی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے علم ریاضی پر کتاب لکھی تھی۔ مولوی صاحب نے پروفیسری کے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد اپنی پوری توجہ اسی کام میں لگا دی تھی۔

یہ انکا عزیز ترین مشغلہ تھا۔ انہوں نے انگریزی۔ عربی اور فارسی سے ترجمے کئے اس کے علاوہ ریاضی جنرل سائنس۔ جغرافیہ۔ طبیعیات۔ کیمیا۔ اور فلسفہ وغیرہ کے ترجمے بھی کئے۔ ذکاء اللہ نے انتخابات بھی لکھے ہیں۔ اور عنوانات کا انتخاب مناسب کیا ہے۔ کہ ابتدائی درجوں کے طلباء اس میں دلچسپی لیں۔ اور الجھن نہ محسوس کریں۔ وہ عنوان کی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ کیونکہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ہندوستان میں مغربی تہذیب نے اپنا اثر پیدا کر لیا تھا۔ اس وقت مشرقی تہذیب کے دلدادہ جدید تہذیب سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن اس وقت مولوی صاحب کے والد صاحب نے یعنی مولوی بقاء اللہ نے یہ محسوس کیا کہ جدید تہذیب و تمدن ضرور ترقی کرے گا۔ انہوں نے ذکاء اللہ میں جدید تعلیم کا شوق پیدا کیا۔ اور پڑھایا۔ مولوی بقاء اللہ نے ان لوگوں کا خیال بالکل نہیں کیا جو اس طریقہ تعلیم سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ انکا خیال تھا کہ اس جدید تعلیم کی ائینیدہ زمانے میں ازحد ضرورت محسوس ہو گی۔

مولوی ذکاء اللہ نے جدید تعلیم میں کافی دلچسپی لی اور ریاضی میں امتیاز

حاصل کیا ۔ انھوں نے جدید تعلیم مادری زبان میں حاصل کی تھی ۔ مولوی ذکاء اللہ کا خیال تھا ۔ کہ جدید علوم کو مادری زبان میں پڑھائے جائیں ۔ میرا خیال ہے کہ انکے دو نظریے رہے ہونگے ۔ پہلا نظریہ تو یہ کہ وہ اپنے وطن سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے ۔ اور یہاں کی ہر چیز سے انکو عقیدت تھی ۔ وقت کے اعتبار سے جدید علوم کی واقفیت لازمی ہے ۔ کیونکہ اس وقت مشرقی تہذیب دم توڑ رہی تھی ۔ اور جدید تہذیب پھیل رہی تھی نئی تہذیب و تمدن کے ساتھ اپنے والی قوم ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ ہے یہاں کی قوم پسماندہ ہوگئی اور یہاں کی زبان کی بھی اہمیت ختم ہو جائے گی ۔ دوسرا نظریہ رہا ہوگا کہ یہاں کے لوگ انگریزی زبان سے ناواقف ہیں ۔ اور نہ وہ ان علوم کی اہمیت کو سمجھتے ہیں ۔ اس وجہ سے ان کو مادری زبان میں ان جدید علوم کی تعلیم دی جائے تو اچھا ہوگا ۔ اس طریقہ سے زبان کی بھی اہمیت قائم رہے گی ۔ اور جدید علوم سے بھی روشناس ہو جائیں گے اس وجہ سے جدید علوم کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ۔ مولوی ذکاء اللہ نے جو طریقہ تعلیم اپنایا تھا ۔ اس سے انکی شہرت ہوئی کیونکہ یہ بھی جدید تعلیم کے حامی اور سرسید احمد خان کے رفقاء میں سے تھے ۔ سرسید احمد خان نے اس میدان میں شہرت حاصل کی ۔ انکی یہ شہرت چاروں طرف پھیل گئی ۔ ہر قوم نے انکے کارناموں کو سراہا ۔ بد قسمتی سے مولوی ذکاء اللہ اس میدان میں پیچھے رہ گئے ۔ انھوں نے دیسی زبان کا طریقہ تعلیم شروع

کیا تھا ۔ اس کو زیادہ لوگوں نے نہیں اپنایا بلکہ انگریزی کے شوق میں کہ
 یہ ایک نئی زبان ہے ۔ اس کو حاصل کریں ۔ اس نئی زبان کے جذبہ نے اپنی
 مادری زبان کا گلا گھونٹ دیا ۔ مولوی صاحب نے جو انتخابات و مقالات لکھے
 انکی طرف کم توجہ ہوئی ۔ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ مولوی ذکاء اللہ بازاری
 شہرت کے قائل نہیں تھے ۔ اور نہ وہ عوام میں مشہور و مقبول ہونا پسند
 کرتے تھے ۔ مولوی صاحب نے جو مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا تھا وہ
 صرف پرانی تہذیب کو قائم رکھنا تھا ۔ انھوں نے سر سید احمد خان کی طرح
 سے مختلف اصناف میں اپنے قلم کے جوہر دیکھائے ۔ انکے مضامین و مقالات
 دیگر اخباروں میں شائع ہوئے ۔ لیکن انھوں نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ۔ ان
 کے نام کے ساتھ چند ہی مضامین ملتے ہیں ۔ جو لکھنے کے برابر ہیں ۔
 مولوی صاحب نے سوانح عمری کے میدان میں بھی قدم اٹھایا ۔
 اردو ادب میں سوانح نگاری کا رواج نہیں تھا ۔ کچھ شعراء ادیبوں کے حالات
 تذکروں کی شکل میں لکھے جاتے تھے ۔ جس میں سوانح عمری بالکل معمولی
 اور کلام پر زیادہ بحث ہوتی تھی ۔ الطاف حسین حالی نے حیات سعدی ۔
 یادگار غالب اور حیات جاوید لکھی تھیں ۔ حیات سعدی اور یادگار غالب
 میں حالات زندگی کم اور کلام پر تبصرہ زیادہ ہے ۔ مولوی صاحب نے بھی
 دو سوانح عمریان لکھی ہیں ۔ ایک ملکہ معظمہ وکٹوریہ ہند دوسری محمد
 سمیع اللہ خان سابق جج رئیس دہلی ۔ یہ دونوں اپنے زمانے کے مشہور ہستیوں

تھیں۔ ذکاء اللہ نے ان دونوں سوانح عمریان لکھنے میں بڑی محنت و کاوش
سے کام لیا۔ ان کی زندگی کے حالات و واقعات کو زیادہ سے زیادہ بیان
کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ واقعات تو اس انداز میں لکھے ہیں۔ جس سے
یہ محسوس ہوتا ہے یہ واقعات موجودہ ہیں۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں۔
یہ سوانح عمریان اس جدید تہذیب سے متاثر ہو کر لکھی تھیں۔ مولوی ذکاء اللہ

Modern Islam in India

نے wilfred cant well smith

کے لئے

میں یوں کہا ہے۔

In a sense, therefore, Halis Position is some whate of a
popular recession from the advanced views of Sir Sayyid
and his more immediate school. This tendency is clearer
in various other man. Zakauulla (1832-1910) who shared in
the adoring. ^{۵۲} en thusian for western liberalism and British
rule was a ^{۵۳} slaunch supporter of Sir Sayyid and his projects
and himself a mathematicen was all for modern ^{۵۴} knowledge
and ^{۵۵} espicially science. His significance his in the fact
that he championed the cause of the vernacular himself
translating a good deal of science etc into urdo and
even writing in that language original text books (inclu-
ding) a voluminous History of India)

Towards the end of his life he realized that his struggle for urdu was a failure.

I his is instructive it will be remembered that Sir Sayyid himself had once worded for translated learning but , more attuned to his class, had stifited as it become clear that dependence on British was to be told to day few can be found to advocate educations being imported in a foregin longue"

جدید تعلیمی انکشاف کی لہریں دوڑ رہی ہیں ۔ وہ ہر وقت علمی و تعلیمی منصوبے بناتے رہتے تھے ۔ اور اپنے کو اولین رہ نما تصور کرتے تھے ۔ کیونکہ ان کو ریاضی پر قدرت حاصل تھی ۔ مولوی ذکاء اللہ صاحب کے ادبی کام کے سلسلے میں میں نے زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کرنے کی محنت و لگن سے کوشش کی اور ان کے کام کو میں نے اپنے مقالے کے لحاظ سے مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔

مولوی ذکاء اللہ کی حیات و شخصیت پر سی ۔ ایف اینڈ ریزر

Page 35 to 36.

Modern Islam in India

By

Wilfred Cantwell Smith / Minera Book Shope Anar Kali Lahore.

1943.

کی کتاب "ذکاء اللہ اف دہلی" بڑی مفصل کتاب ہے۔ اس کتاب میں حیات کے سلسلے میں کافی مواد موجود ہے۔ اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوں پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود میری برابر یہی تنہا رہی ہے کہ مولوی صاحب کے متعلق اور مزید معلومات حاصل ہوں۔ ایسی تلاش و جستجو میں مولوی صاحب کے قریبی عزیز یعنی ان کے نوامرد داماد جناب فرید احمد فریدی و جشتی سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ ان کی پرنواسی یعنی زوجہ فریدی صاحبہ کے بھی نیاز حاصل ہوا۔ انہوں نے مولوی صاحب کے حالات پر مزید اظہار خیال فرمایا۔ ایک خاص بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ مولوی صاحب نے اپنی زندگی کے آخری زمانے میں بیعت قبول کی اور شاہ عبدالصمد صاحب فریدی و جشتی کے مرید ہوئے۔ اور اپنی زندگی کا باقی حصہ درگاہ شاہ عبدالسلام صاحب میں گزارا۔ اس زمانے میں شاہ عبدالصمد صاحب سجادہ نشین تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں درگاہ کا تمام کام مولوی صاحب خود کرتے تھے۔ مولوی صاحب ذکاء اللہ نے اس بیعت کا ذکر اپنی کسی تصنیف میں نہیں کیا۔ اور نہ اپنے نام کے ساتھ فریدی و جشتی لکھا ہے۔ کیونکہ فریدی ہونے کی غرض سے ان کا سلسلہ نسب بھی فریدی و جشتیہ ہو جاتا۔ مولوی صاحب نے اپنے دفن کی اجازت درگاہ عبدالسلام صاحب میں چاہی تھی۔ انتقال کے بعد ان کو درگاہ عبدالسلام میں دفنایا گیا ہے۔ آپ کی قبر درگاہ عبدالسلام صاحب کناٹ پبلش پر موجود ہے۔ اور بہت اچھی حالت میں ہے۔ مولوی صاحب کی اہلیہ کا انتقال انکی حیات میں ہو گیا تھا۔ اور برابر قبر ان کی اہلیہ ہے۔ مولوی صاحب کا سلسلہ نسب ہند و پاکستان میں ابھی موجود ہے۔

یہ حقیقت ہے انھوں نے مغربی ^{مور} سے انے والی جدید تہذیب کو ضرور اپنایا تھا۔ لیکن انکے دل و دماغ میں پرانی تہذیب و تمدن کے برپا ہونے کا کافی احساس تھا۔ کیونکہ انھوں نے پرانی تہذیب کی شان و شوکت دیکھی تھی۔ جو منلیہ عہد میں ہندوستان پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ ان کے ذہن میں محفوظ تھی۔ مولوی صاحب جب اس تہذیب کا ذکر کرتے بڑے مودب انداز میں کرتے تھے۔ اور ان کی گفتگو سے بڑی کرب کا احساس ہوتا تھا۔ اس وجہ سے وہ تاریخ ہند کے مطالعہ میں غرق ہو گئے۔ انھوں نے بہت سی تاریخوں کا گہرا مطالعہ کیا۔ فارسی کی کتابوں سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ ایلٹ اینڈ ڈاورن سن نے بھی ہندوستان کی تاریخ کی اٹھ جلدوں میں مکمل کی اور مولوی ذکاء اللہ نے بھی اپنی تاریخی مطالعہ کو اٹھ جلدوں کی شکل میں مکمل کیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اردو ادب کی دنیا میں ذکاء اللہ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اس نے ادب میں بہت وسعت پیدا کی۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اتنا بڑا کارنامہ طاق نسیان ہو کر رہ گیا۔ مولوی صاحب نے جو تکلیفیں اس کے لکھنے میں برداشت کی وہ کسی نے نہیں جانی۔ صرف زبان یعنی انگریزی زبان کے سیکھنے کے شوق میں ان کا یہ عظیم الشان کارنامہ مقبول عام نہ ہو سکا۔ لوگ اس بڑی ادبی شخصیت سے ناواقف رہے۔ جس نے ادب کی دنیا میں اتنا بڑا تاریخی کام کیا تھا۔ ادبی دنیا میں لوگ ان سے بہت کم آشنا ہیں۔ کچھ اس انداز میں جانتے ہیں

کہ یہ سر سید احمد خان کے رفقاء میں سے ہیں ۔ اتنی بڑی ہستی کو جس
انداز سے اس ادبی دنیا میں دیکھا جانا چاہیئے تھا وہ شرف ان کو نصیب نہیں ہوا
حقیقت یہ ہے اس زمانے میں جدید مغربی علوم پر خاص
توجہ دی جا رہی تھی اور روز ثری سائنسی تجویات وجود میں آ رہے تھے ۔
جس کا اثر مولوی موصوف کے ذہن پر بہت زیادہ پڑا ۔ ان کا ذہن جدید
سائنسی علوم میں محور ہوتا تھا ۔ ان کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان کے دل و
دماغ میں اپنی قوم کی پسماندگی کا احساس موجود ہے ۔
مولوی ذکاء اللہ نے سماج اور اس کی بہتوی کے عملی قدم
اٹھایا اور عوام کی ہر طرح سے مدد کو تیار رہتے تھے ۔ مولوی صاحب نے عوام کی
ہر پریشانی کو اپنی پریشانی محسوس کیا ۔ ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد
سمجھا ۔ اس طریقہ کار سے وہ عوام کے ہر دل عزیز بن گئے ۔ اور پھر عوام
کی طرف سے ان پر اعتراضات کی بوجھار شروع ہو گئی ۔ جس پر مولوی صاحب
کو سخت حیرت تھی ۔ ذکاء اللہ کا خیال تھا کہ وہ ان اعتراضات کے لائق
نہیں ہیں ۔ جو عوام ان کو دے رہی ہیں ۔ لیکن عوام کا خیال تھا جو اعتراضات
ان کو عوام کی جانب سے مل رہے ہیں ۔ وہ بالکل مناسب ہیں ۔ مولوی صاحب
نے عوام کے لئے جو عملی قدم اٹھایا تھا ۔ وہ شہرت کی وجہ سے نہیں بلکہ
وہ تعلیمی نقطہ نظر سے درست تھا ۔ لوگوں کا یہ کہنا تھا ۔ کہ وہ
بہت جلد وہ مقام حاصل کریں گے جس سے ان کی قدر ہوگی ۔ نتیجہ اس

کے برخلاف نکلا انہوں نے ظاہری شہرت کو پسند نہیں کیا ۔ بلکہ انہوں نے
 گوشہ نشینی اختیار کی (کیونکہ) ان کے دل میں ہندوستان کی تاریخ لکھنے کا
 شوق موجیں مارتا تھا ۔ وہ دنیا کے سامنے ہندوستان کا وقار پیدا کرنا چاہتے
 تھے ۔ اور بتانا چاہتے تھے کہ ہندوستان بھی کم اہمیت نہیں رکھتا ہے ۔
 انہوں نے ہندوستان کی تاریخ کا بڑا عمیق مطالعہ کیا اور اس سے یہ نتیجہ
 اخذ کیا کہ ہندوستان کی حکومت کے لئے مذہبی رواداری ضروری ہے ۔ کیونکہ
 ہندوستان مختلف قوموں کا گہوارہ رہا ہے ۔ انہوں نے ہند کی قدیم تاریخ
 کو جدید اصولوں پر لکھنے میں بڑی محنت کی اور اس کو بڑی وضاحت سے بیان
 کیا ہے ۔ جب ذکاء اللہ نے مغربی ممالک کی تاریخ دیکھی اس سے ان کے بہان
 کے کارنامے معلوم ہوئے جو ان کے دیش کی اہمیت کو ظاہر کرتے تھے ۔ اس
 مطالعہ سے ذکاء اللہ کے ذہن پر بڑا اثر پڑا ۔ انہوں نے یہ سوچا کہ
 ہندوستان بھی کم اہمیت نہیں رکھتا ہے ۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان
 کے سینے میں ایسے ایسے کارنامے موجود ہیں ۔ جو اس کی عزت میں جارحانہ
 لگا دیں گے اور مغربی ممالک کے لوگ بھی ہندوستان کو اچھی نظر سے دیکھیں گے۔
 کہ ہندوستان بھی کوئی کم اہمیت نہیں رکھتا ہے ۔ اور بہان کی قوم بھی
 اپنے وطن پر فخر کریگی ۔ کہ ہمارا ہندوستان بھی ترقی یافتہ ممالک سے کم
 نہیں ہے ۔ اور نہ ہندوستان کسی ملک کے سامنے حقیر ہو گا ۔ بلکہ اس
 کی عظمت کا ڈنکا بجے گا ۔

مقالے کا دوسرا حصہ مولوی موصوف کی تصنیف پر منحصر

ہے۔ مولوی صاحب نے ادب کی دنیا میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔

ان کی تصانیف کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں مضامین و

مقالات اور ترجموں کو رکھا ہے۔ دوسرے حصہ میں تاریخی کارناموں کو یکساں

کیا ہے۔ ذکاء اللہ صاحب نے ہندوستان کی تاریخ کو اٹھ حصوں میں بانٹا ہے۔

انہوں نے تاریخ لکھنے سے بیشتر ہند کی ایک ایک چیز کا عمیق مطالعہ کیا

ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب کو ہندوستان سے بڑی ہمدردی اور سچی محبت تھی۔

ایک جگہ پر مولوی صاحب اپنے قلم سے خود تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے

ہندوستان سے ایسی محبت ہے جیسے ماں کو بیٹے سے محبت ہوتی ہے۔"

انہوں نے ہندوستان کی ابتدائی تاریخ سے لے کر انگریزوں کے عہد تک تمام

حالات قلمبند کئے ہیں۔ مولوی صاحب کی تصنیف کا تاریخی حصہ سب سے

زیادہ اہم ہے۔ جن واقعات کو انہوں نے جمع کیا ہے۔ اس میں تاریخی

حقیقت موجود ہے۔ انہوں نے فضول اور حقیقت سے غیر متعلق واقعات تحریر

کرنے سے گریز کیا ہے ۔ انہوں نے لفاظی اور مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ۔
 میں نے ان کی تاریخ اور دیگر مورخوں کی تاریخوں سے مقابلہ کیا ہے کچھ
 واقعات ایسے ہیں جن پر میں نے رائے زنی کی ہے ۔ میں اس تاریخی مطالعہ
 میں ان تاریخوں سے زیادہ مدد لی ہے ۔ جیسے دربار اکبری مولانا محمد حسین
 آزاد ۔ امین اکبری، ابوالفضل کا ترجمہ ۔ واقعات ہند حسب الحکم باہڑ ایڈ ۔
 ہسٹری آف انڈیا ایلٹ اینڈ ڈون سن ۔

مولوی ذکاء اللہ نے اکبر بادشاہ کی مذہبی پالیسی کے
 بارے میں خوب لکھا ہے ۔ یعنی دین الہی پر کافی روشنی ڈالی ہے ۔
 دین الہی کے بارے میں جو خیالات مولوی صاحب کے متعلق معلوم ہوئے اس
 سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب دین الہی کے خلاف تھے ۔ کیونکہ اسلامی
 نقطہ نظر سے خارج تھا ۔ دربار اکبری میں میں نے دین الہی کا مطالعہ کیا
 محمد حسین آزاد نے دین الہی کے بارے میں بہت کم لکھا بلکہ عالمون کی
 بحث پر زیادہ توجہ دی ہے اور واقعات کو مفصل طور پر لکھا ہے ۔ یہ
 مولوی ذکاء اللہ نے عالمون کی بحث پر زیادہ نہیں تحریر کیا بلکہ بہت مختصر
 واقعات کا بیان کیا ہے ۔ واقعات ہند کے مورخ نے ان واقعات کو بالکل معمولی
 انداز میں بیان کیا ہے ۔ بلکہ کہانی کے طور پر لکھا گیا ہے ۔ یوں تو
 مغلیہ عہد میں اور بھی واقعات رونما ہوئے تھے ۔ نور جہان کی پیدائش کا
 واقعہ مغلیہ عہد سے تعلق رکھتا ہے ۔ اور یہ واقعہ تاریخ کی ہر کتاب

میں موجود ہے ۔ نورجہان کے پیدائشی واقعہ کو جس انداز میں تاریخ واقعات
 ہند میں لکھا ہے وہ تاریخی حقیقت سے بہت دور ہے وہ من گھڑت کہانی
 معلوم ہوتی ہے ۔ نورجہان کی پیدائش کا واقعہ ^{جس امر سے مولوی صاحب نے لکھا ہے} تاریخی حقیقت ہے ۔
 اس انداز بیان میں سچائی پائی جاتی ہے ۔ مولوی صاحب نے ایسے واقعات
 سے زیادہ توجہ فتوحات پر دی ہے ۔ ان واقعات کو بیان کرنے میں دلیری
 اور ایمانداری سے کام لیا ہے ۔ مولوی صاحب نے منلیہ عہد کے واقعات و
 حالات کا ذکر نہیں کیا بلکہ ہندوستان کے تمام ہندو راجاؤں اور مسلمان
 سلطانوں کے حالات کو قابل یقین انداز میں تحریر کیا ہے ۔ کیونکہ ہندوستان
 میں مختلف بادشاہوں کا قیام رہا ہے ۔ اور ہندوستان بھی ان کی تہذیب
 و تمدن سے مالا مال ہوا ہے ۔ انگریزوں کے اقتدار میں ہندوستانی عوام
 تباہ و برباد ہوئے بعد میں پھر سے نئی تہذیب کے ساتھ آباد ہوئی ۔ ان
 کی اچھی ہوئی زندگی میں پھر سے بہار آئی ۔ لوگ سکون اور چین محسوس
 کرنے لگے مولوی ذکاء اللہ خان کے دل میں جو انگریز حکومت کے خلاف
 نفرت تھی وہ آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی ۔ ان کے دل میں انگریزی حکومت
 کے واقعات کو قلمبند کرنے کا جذبہ اٹھنے لگا ۔ انہوں نے واقعات عہد
 انگلشیہ کو تاریخ کی شکل یکجائی کیا اور اس کو عروج انگلشیہ ہند کے نام سے
 منسوب کیا ۔ انگریزوں نے اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد جو احکام جاری کئے
 تھے ۔ اور عوام کی بھلائی میں جو کام کئے تھے ۔ ان کا ذکر بڑی دینداری
 سے کیا ہے ۔ اس میں وہ واقعات بھی موجود ہیں جو ملکہ وکٹوریہ ہند نے

عوام کے لئے قانونی طور پر نافذ کئے تھے۔ تاریخ ان انگریز افسروں کے بھی واقعات و حالات موجود ہیں جنہوں نے ہند کی بھلائی اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کئے تھے۔

مولوی صاحب نے مختلف مضامین و مقالات بھی لکھے اس کے علاوہ انتخابات بھی لکھے۔ وہ انتخابات سرکاری طور پر ابتدائی درجوں کے طلباء کے لئے نصاب میں شامل ہیں۔ ان انتخابات میں مختلف مضامین موجود ہیں۔ ادبی دنیا میں مضامین و مقالات کے بھول کھلائے ہیں۔ مولوی صاحب نے سر سید احمد خان کی طرح سے اپنے اور قلم سے ہر عنوان پر خوب لکھا ہے۔ ان کے بہت مضامین اردو اخباروں میں بھی شائع ہوئے۔ ادھر ایڈیٹروں کی فرمائش جائے ادھر مضمون تیار ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مضمون پہلے سے تیار رکھا ہے۔ انہوں نے مضامین کو اپنے نام کے ساتھ شائع نہیں کرایا۔ وہ اپنا نام پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ ظاہری شہرت کو پسند نہیں کرتے۔ یہ مولوی صاحب کی خاص عادت تھی۔ مولوی صاحب نے انشا پردازی بھی خوب کی ہے۔ اس صنف میں اپنے قلم سے وہ گل کھلائے ہیں۔ کہ ایک اگ کے مضمون کو مختلف انداز میں لکھا ہے اور اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ یہ ان کی ذہانت اور قابلیت کی دلیل ہے۔ ان کے مضامین کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے جتنے مضامین اخبار اور رسالوں میں ملے ہیں ان کی مکمل فہرست بھی اس

مقالے میں شامل ہے ۔ مولوی موصوف نے سوانح عمریان بھی لکھی ہیں ۔ ۱۸۷۵ء سے پیشتر مشرقی ادب میں سوانح نگاری موجود نہیں تھی ۔ اردو ادب میں سوانح عمری لکھنے کا رواج مغربی تہذیب کے اثر سے ظہور میں آیا ۔ مشرقی ادب میں شاعروں اور ادیبوں کے حالات تذکروں کی شکل ملتے تھے ۔ جس میں حالات زندگی کم اور کلام کی اچھایان اور برائیاں زیادہ ہوتی تھی ۔ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر یہاں بھی سوانح عمریان سوانح نگاری/انداز میں لکھی جانے لگی ۔ مولوی صاحب نے دو سوانح عمریان لکھی ہیں ایک ملکہ وکٹوریہ ہند اور دوسری حاجی محمد سمیع اللہ خان سابق جج رئیس دہلی ۔ سوانح عمری ملکہ وکٹوریہ میں ان کی زندگی عادات و اخلاق اور ان کی تعلیم و تربیت کے واقعات کی خوب منظر کشی کی ہے ۔ کہ ان کی زندگی کا ہر پہلو صاف نظر آتا ہے ۔ ان کے حالات زندگی واقعات انگریزی اخباروں سے داور دیگر ذرائع سے بھی جمع کئے ہیں ۔

دوسری سوانح عمری ان کے عزیز دوست مولوی سمیع اللہ خان کی ہے ان کا انتقال مولوی صاحب کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا ان کی موت کا اثر مولوی صاحب پر زیادہ ہوا ۔ ان کی یادگار میں اپنے زندگی کے اخیر وقت میں اس سوانح عمری کو بڑی مکمل اور مفصل حالات پر منکسر^{تحریر} ہے ۔ مولوی سمیع اللہ خان کے واقعات اور ان کی شادی اور اولاد کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور اور خاندانی نسل کا شجرہ بھی تیار کیا ہے ۔

کیونکہ یہ ان کی زندگی کی آخری تصنیف تھی ۔

مولوی صاحب نے مختلف اوقات میں دیگر حضرات کو خطوط بھی

لکھے ہیں ۔ ان کے خطوط کو حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ دستیاب

نہ ہو سکے ۔ ان کی تلاش میں دہلی بھی گئی ۔ جہاں ملنے کا خیال تھا

وہاں پر بھی کچھ نہیں ملا ۔ ان کے عزیزوں سے بھی معلوم کیا ۔ مگر ان

کا کوئی مطبوعہ نہ غیر مطبوعہ خط ملا ۔ انہوں نے بتایا ۱۹۴۷ء کے غدر

میں ان کا تمام مواد تباہ و برباد ہو گیا ۔ ان کے متعلق یہاں پر کچھ بھی

موجود نہیں ہے ۔ بڑی محنت و کاوش کے ایک مطبوعہ خط ملا ہے جو انہوں

نے مولانا محمد حسین آزاد کو مرزا غالب کے متعلق لکھا تھا ۔ وہ خط نگار

لاہور میں موجود ہے وہ میرے اس تحقیقی مقالے میں بھی شامل ہے ۔

اس کا سخت افسوس ہے کہ ان کا ضخیم علمی ذخیرہ

۱۹۴۷ء کے غدر میں نذرِ آتش ہو گیا ۔ جس نے اردو ادب میں کافی وسعت

پیدا کی تھی ۔ وہ منظرِ عام پر نہ اسکا ۔

" کاپیات "

" کتابیات "

- ۱۔ تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی از سی۔ ایف۔ اینڈ۔ ریوز
- ۲۔ سیر المصنفین جلد دوم از محمد یحیٰ نقا ۱۹۲۷ء
- ۳۔ داستان تاریخ اردو از حامد حسن قادری ۱۹۵۷ء
- ۴۔ رسالہ تمدن دہلی اگست ۱۹۱۱ء
- ۵۔ تاریخ اردو۔ از رام بابو سکسنہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۶ء
- ۶۔ مرحوم دہلی کالج۔ دوسرا ایڈیشن۔ ۱۹۲۵ء
- ۷۔ بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد از رئیس احمد جعفری
- ۸۔ واقعات دارالحکومت از مولوی بشیر الدین
- ۹۔ قدیم دہلی کالج نمبر ۱۹۵۳ء ایڈیٹر خواجہ احمد فاروقی
- ۱۰۔ حسیات سعدی از مولانا الطاف حسین حالی
- ۱۱۔ یادگار غالب از مولانا الطاف حسین حالی
- ۱۲۔ اردو مین فن سٹانچ نگاری کا ارتقا از الطاف فاطمہ ایم۔ اے
- ۱۳۔ دربار اکبری از مولانا محمد حسین ازاد
- ۱۴۔ ائین اکبری حصہ اول ترجمہ مولوی فدا علی صاحب طالب ۱۳۲۷ ق م
- ۱۵۔ اردو نثر کا دہلوی دبستان از ڈاکٹر احمد عید الرحیم جاگیردار دسمبر ۱۹۵۷ء
- ۱۶۔ تاریخ اودھ جلد اول از مولانا حکیم محمد نجم الغنی فروری ۱۹۰۹ء
- ۱۷۔ تا اودھ جلد دوم از مولانا حکیم محمد نجم الغنی ستمبر ۱۹۱۰ء
- ۱۸۔ تاریخ اودھ جلد سوئم از مولانا حکیم محمد نجم الغنی اگست ۱۹۲۱ء

ZhaR ^u ulla of Delhi by C.F. Andreews.	- ۱۹
The History of India Vol. I	- ۲۰
-do- Vol. II	- ۲۱
-do- Vol. III	- ۲۲
-do- Vol. IV	- ۲۳
-do- Vol. V	- ۲۴
-do- Vol. VI	- ۲۵
-do- Vol. VII	- ۲۶
-do- Vol. VIII	- ۲۷
by Uoit and downson واقعات ہند حسب الحکم کپتان	- ۲۸
The modern Islam in India A Social Analysis 1943 by Welfred cantmell Smith	- ۲۹
Yad Garri Victoria in Urdu 1910 by M. Ferozeuddin	- ۳۰
Famaus Urdu Poets & Writer by Sir Abdul Qadir	- ۳۱